آهِ آتشین
(د بنوں ٹپے او مروتو کسرونه)
پروفیسر (ر) شمشیر علی خان بنوی
ایم اے، بی ٹی، ایل ایل بی ایڈوکیٹ
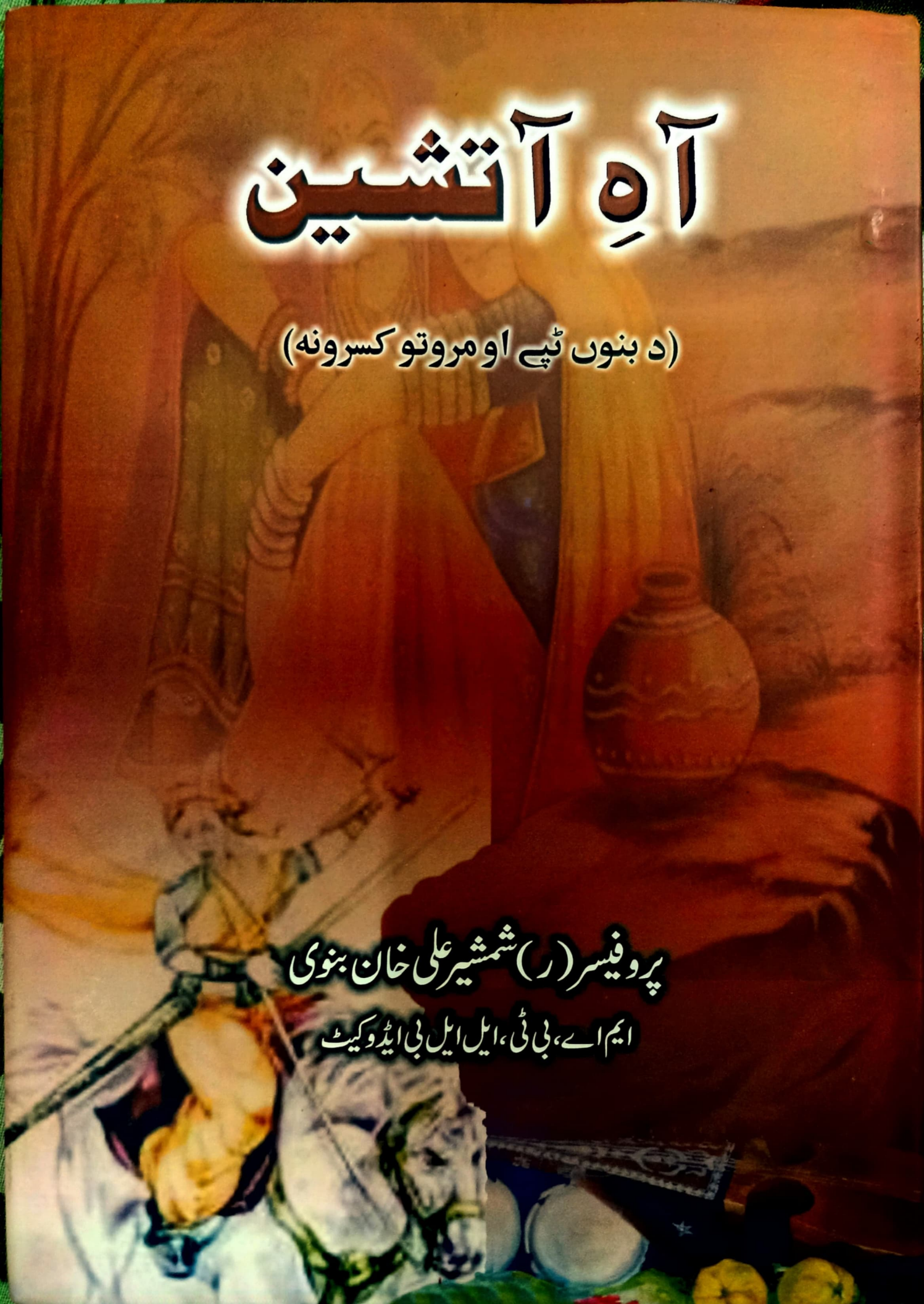
میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا
میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا

آہِ آتشین

(د بنوں ٹپے او د مروتو کسرونہ)

پروفیسر شمشیر علی خان بنوی
ایم اے' بی ٹی' ایل ایل بی ایڈووکیٹ

نام کتاب — آہِ آتشین

مصنف — پروفیسر شمشیر علی خان

کمپوزنگ — ارشاد خان (پشتو اکیڈمی پشاور)

پریس — جدون پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور

تعداد — 500

سال اشاعت — 2011ء

زرتعاون — -/ روپیہ

ملنے کا پتہ

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور شہر

☆ پشتو اکیڈمی بُک شاپ پشاور یونیورسٹی

انتساب

کتاب ہٰذا موسوم با ''د بنوں ٹپے او د مروتو کسر ونہ'' اپنے ہمدم اور رفیق راہ جناب **فدا محمد** کے نام فخر کے ساتھ معنون کرتا ہوں۔ موصوف ایک شاعر اور ادب شناس ہونے کے باوصف ایک اچھے انسان بھی ہیں۔

فرشتے سے بڑھکر ہے انسان بننا
مگر اسمیں پڑتی ہے محنت زیادہ

الراقم

پروفیسر شمشیر علی

ایم اے، بی ایڈ، ایل ایل بی ایڈوکیٹ

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	مصنف	صفحہ
1	دِبنوں ٹپے		1 تا 129
2	پروفیسر شمشیر علی خان کی قلم کاری	ممتاز علی خان پرنسپل	130
3	شب گزیدہ سحر	طارق محمود دانش	134
4	امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر	پروفیسر شمشیر علی خان	145
5	فکر بلیغ (علم)	پروفیسر شمشیر علی خان	149
6	ڈاکٹر ظہور احمد اعوان	پروفیسر شمشیر علی خان	152
7	انجنیئر ظہور الدین صاحب ایک مطالعہ	پروفیسر شمشیر علی خان	159
8	دمروتو کسرونہ		164
9	دمروتو نیازیو وال کسر		176
10	نواز کسر میداد خیل		177

11	کسر ذکر د گرلنگ	182
12	دحکیم گداخیل کسر	194
13	ارسلا خان غزنی خیل کلام	201
14	دمانک کلام	225
15	خٹکو او مروتو کسر	232
16	دممہ خیلو او پنجو خیلو کسر	237
17	المروال کسر	241
18	نیازیو کلام بیگو خان وال	245
19	سرفراز ۔۔ مینا خیل کسر	249
20	دمروتو او د نیازیو کلام	254
21	صورت او شہباز مندرہ خیل نیازیو کلام	259
22	مٹ آدم زی کلام	264
23	جانو المروال کسر	268

بِسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ٹپہ

ابتدائیہ

ٹپہ نوائے پریشاں ہے۔ مگر پُر افشاں ۔ یہ پشتو ادب کا قدیم ترین ورثہ ہے۔ پشتو اوستاو سنسکرت اور ژند کی ہم رکاب زبان ہے۔ٹپہ منفرد، مؤثر اور مؤقر ممتاز، لاثانی اور لافانی طرز کلام ہے۔ٹپہ کا وافر حصہ طبقہ نسواں کی تخلیق ہے۔ دیگر اصناف سخن کی طرح ٹپہ بھی عشق کی پیداوار ہے۔ جس کا محور، مرکز اور مسکن دل آدم ہے۔ اُنس انسان سے مشتق ہے۔ گویا عشق انسان کا فطری جذبہ ہے۔ پاک وصاف عشق انعام خداوندی ہے۔ عشق ہی کے طفیل انسان اشرف المخلوقات ہوئے ۔ عشق انسان کی ضرورت ہے۔ عبودیت کا نام عشق ہے۔

عشق کی کئی جہتیں ہیں۔ایجابی وسلبی

عشق دم جبریل، عشق دل مصطفیٰ

عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا

اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

عشق اظہار چاہتا ہے۔خفی اور غیر خفی۔یعنی مخفی اور ظاہری۔آنسو اظہار عشق ہے۔مگر خفی جبکہ فریاد عشق کا ظاہری حصہ ہے۔آنسو کی زندگی کی حقیقت ہے۔

میری زیست کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پوچھو

میرا مجلسی تبسم میرا ترجمان نہیں ہے

یا

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی

اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

عشق تخلیق کائنات کا محرک ہے۔کن فیکون کا سلسلہ ابھی جاری وساری ہے۔

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز

پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

(غالب)

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید

کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

(اقبال)

ٹپہ بھی دیگر اصناف سخن کی طرح عشق کی پیداوار ہے۔ ٹپہ اگر ایک لحاظ سے عجیب الخلقت طرز کلام ہے۔ تو سریع الخلقت بھی ہے۔ اس صنف سخن کا طرۂ امتیاز، بحر و بہر، سیلاب اور علم عروض کا پابند نہ ہونا ہے۔ قافیہ اور ردیف سے آزاد ہے۔ اس لئے اظہار خیال میں آسانی رہتی ہے۔ ٹپہ کے متعدد نام ہیں۔ اور مختلف انواع، سندرہ، لنڈئی اور بدلہ۔ سندرہ نظم اور غزل کا امتزاج ہے۔ لنڈئی پشتو میں "مختصر" کو کہتے ہیں۔ گویا ایجاز اس کا اعجاز ہے۔ بدلہ نعم البدل سے مشتق ہے۔ ٹپہ میں پہلا مصرعہ ادھورا ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا پورا۔ پہلے مصرعے کے شروع میں گویا یکہ زار اور یا قربان کہہ اضافی الفاظ بولا جاتا ہے۔ ان اضافی الفاظ

جانانہ راشہ کہ مې گورې

پہ سرو جامو کښې لکہ گل ولاړہ یمہ

مفہوم:۔ سرخ رنگین لباس میں ملبوس ہوں۔ جسے گلاب کا پھول منتظر دیدار ہوں۔

مزید فرماتے ہیں:

څہ عجب خوند د شہادت دے

د ځنکدن سلگئ وھم خندا راځینہ

مفہوم:۔ ہنگام نزع ہے۔ دم واپسین ہے۔ جام شہادت نوش کر چکی ہوں۔ مگر ہنسی خوشی سے رخصت ہو رہی ہوں۔

کہ تور اوربل مې میراتیږی

پہ وطن جنگ دے جانان نہ منع کومہ

مفہوم:۔ جانتی ہوں۔ میدان جنگ میں جانان (خاوند) شہید ہو جائے گا۔ اور میرا سہاگ اجڑ جائے گا۔ تو بھی آزادی وطن کی خاطر جانان کو جہاد پر جانے سے منع نہیں کروں گی۔

(جذبۂ حب الوطنی دیدنی ہے۔) میرے دعوے کی تصدیق کہ ٹپہ کا وافر حصہ طبقہ اناث کی تخلیق ہے۔ اسکی مزید توثیق صیغہ تانیث کے استعمال سے کی جاسکتی ہے۔ متن کا مفہوم اس پر مستزاد ہے۔ ٹپہ دل گداختہ کی پیداوار ہے۔ خون جگر سے نمود اور نمود پاتا ہے۔ ٹپہ ندائے دل، بوئے گل دود چراغ محفل ہے۔ یہ سر دلبراں در حدیث دیگراں ہے۔ ٹپہ مشاہدہ حق کی گفتگو ہے۔ رمز و ایمایہ میں۔

ٹپہ یا ٹھپہ

ہر تخلیق اپنے خالق کی جان اور پہچان ہوتی ہے۔ ہر نقش فریادی ہے۔ اپنے خالق کا ذریعہ ادراک ہوتی ہے۔ الفاظ کے انتخاب اور مضامین کی رنگارنگی، شگفتگی، جذبات کی صلاحیت اور ملائمت سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ ٹپہ چلمن سے لگتی ہوئی آواز دوست ہے۔ مدہم، نرم اور مبہم، بے نام ونشاں آہ وفغاں ہے۔ گویا طبقہ اناث شکایت کناں ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں ٹپہ ٹھپہ ہی ہو۔ گویا اپنے خالق کی چھاپ پر نمایاں ہے۔ کہ اس صنف سخن کو طبۂ اناث نے اسے صیغہ راز میں رکھنے کے باعث اس کا نام ٹھپہ ہی ہو۔ جو بعد میں

مرورِ زمانہ کے باعث ٹپہ بن گیا۔ کہوں ٹپہ ماورائی پکار ہے۔ بلبل کی چنگھار۔ گو ہر بار ہے۔ یہ مہجور کوئل کی کوک اور مجروح روح کی ہوک۔ اسلئے اثر انگیزی میں یکتا اور بے ہمتا ہے۔ سوز وگداز سے معمور اور بھرپور ہے۔ ٹپہ اگر نوائے نسواں ہے تو نوائے پریشاں بھی تو ہے۔ مجبور در محصور، بے بس، بے کس، ثقافتی بندھنوں کے معیار میں محصور اور مجبور اظہار تمنا سے دور اور معذور و محروم مگر ساتھ اظہار شوق سے مجبور، گویا ٹپہ ضرورت کی ایجاد ہے۔ جو انسانی قلوب اور اسلوب کے سانچہ میں ڈھل کر اپنے جذبات واحساسات اور متنوع خیالات کو بالواسطہ ٹپہ کے وسیلے سے نقش فریادی بن کر ظاہر کرنے کی بھی ہے۔ ٹپہ تخلیق نسواں کا شاہکار ہے۔ ضرورت کی پیداوار ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تصویر کائنات کی رنگ آمیزی میں وجود ذات کا بھرپور کردار موجزن ہے۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ پشتون معاشرہ میں ثقافتی بندھنوں کے دہلیز پردوں میں وجود زن محصور و مقید ہے تو بھی مختلف حیلے بہانے وسیلے اور حوالوں سے وہ اپنی باق کی جلوہ گری میں کوشاں ہے۔ ٹپہ اس جلوہ گری کی ایک صورت ہے۔ یہ کائنات طبقہ اناث کی برکت سے حسین وجمیل ہے۔

ایسا کہاں بہار میں رنگینیوں کا جوش

شامل کسی کا خون تمنا ضرور تھا

طبقہ اناث یہ کہنے میں حق بجانب ہے:

حسن کے ہر جمال میں پنہاں

میری رعنائی خیال بھی ہے

عورت ذات کی رعنائی خیال فطرت میں نکھار اور حسن پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ ٹپہ کی ایک اور خصوصیت جسے ذکر چکا ہوں ۔ ٹپہ پشتوں معاشرہ کی پیداوار ہے ۔ جو منفرد اور ممتاز حیثیت اور خاصیت کا حامل ہے۔ پشتون حطہ کی زمیں پتھریلی اور سنگلاخ ہے۔ جن کا اثر اس کے باسیوں اور ادب پر بھی مرتب ہوا۔ لب ولہجہ' رسم ورواج' ریت وروایت' اصول پرستی وعدہ وعہد قول وفعل میں نمایاں منعکس ہے۔ فطرت کا تقاضا پوری کرنے والی قوم مخلص' سچا' بے تکلف' بے لاگ احساسات وجذبات میں تیزی وتندی' جدت وشدت پائی جاتی ہے۔ ٹپہ ان سب خوبیوں کا آئینہ دار ہے ۔ ٹپہ جذبات اور احساسات صفائی اور صاف گوئی سے ظاہر ہے۔ مگر رمز وایماء میں' کیونکہ افغان معاشرہ میں طبقہ اناث کے ثقافتی

بندھنیں موجود ہیں۔ مگر معلوم نہیں ٹپہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ میں نے ظن وتخمین کے بجائے خیال میں ٹامک ٹونیاں مارتے ہوئے اپنے تحفظات کو ظاہر کیا ہے۔

الغرض میرے نزدیک ٹپہ بہت ہی پُر اسرار' نایاب' نایافت' نادر' اور نرالا صنف سخن ہے۔ انمول تنوع مضامین کا حامل طرز کلام' جو کسی بحر بہر' اور سیلاب کا پابند نہیں۔ مشرقی اور مغربی دنیائے ادب میں انکی نظیر مثیل اور قبیل نہیں ملتی۔ گویا اس بات میں دنیائے ادب کا دامن تہی ہے۔ ٹپہ ماورائی' الہامی' غیبی طرز کلام ہے۔ شستہ اور شائستہ' پاکیزہ' برگزیدہ اور پسندیدہ۔

ٹپہ کوثر و نسیم میں ڈوبا ہوا' دھلا ہوا' پاک وصاف کلام ہے۔ یہ خالص سونا ہے۔ صدق صفا کا حاصل' تصنع سے پاک بے لاگ صنف سخن ہے۔ جو دلوں کو لبھائے' ذہنوں کو گرمائے' یہ واقعی ندائے دل' آواز دوست ہے فطری' قدرتی اسلوب بیان ہے۔ لگتا ہے۔ چلمن سے پس پردہ طالب و مطلوب محو کلام ہیں۔ سرگوشیوں میں مصروف ہیں۔ جو بڑا دلریز سحر انگیز' بے نظیر' دلپذیر' گنجینۂ معانی طلسم ہوش ربا ہے۔ سادگی اور تازگی سے معمور کلام ٹپہ بڑا حسن دار' جاندار اور طرح دار کلام ہے۔ گویا احسن الکلام ہے۔ متنوع کلام کا مجموعہ قوس

قزاح ہے۔گلدستہ ادب ہے۔سارے اصناف سخن کا مرقع اور مرکب ہے۔لطافت اور کثافت کی آمیزش سے جوجلوہ ابھرا۔ٹپہ وجود میں آیا۔

خلاصہ فکر :

ٹپہ بوئے گل‘ درد چراغ‘محفل نالہ دل ہے۔پریشاں اور پُر افساں‘منفرد‘ممتاز‘ ایجادنسواں ہے۔مشرقی روپ میں بے بہا‘ یکتا اور بے ہمتا طرز کلام ہے۔لطیف جذبات نرم احساسات کا غماز ہے۔نکتہ دل کی آواز ہے۔راز و نیاز کا ہمراز‘ دل گداختہ کی پیداوار ادب کا شاہکار ہے۔

غالب بالائے جاں ہے اسکی ہر بات
اشارت کیا عبارت کیا ادا کیا

ملاحظہ ہونمونہ کلام:

پـه پـټ کـنـبـې تـور مـصـلـی بـنـه دے
بـې پـتـه يار که شهزاده شی څه ئې کړمه

مفہوم:۔مردیت اور مروت ہر مرد کا خاصا ہوا کرتا ہے۔نہ کہ محض خوبصورتی اور امارت۔

هلک مئین شی وطن پریږدی

جینۍ مئینه شی مخ پټ کړی اوژاړینه

مفہوم :-نوجوان گرفتار محبت ہوجائے۔تو راہ فرار اختیار کرسکتا ہے۔مگر نا کتخدا مجبور ہوتی ہے۔اور چپکے چپکے آنسوؤں بہاتی رہتی ہے۔اس کے لیے کوئی راہ فرار موجود نہیں۔ بے بسی اور بے کسی کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔

صبا مې ستا په غیږ کښې وژني

چې د ربنتیا په ځائے منکر نه شې مئینه

مفہوم :ممکن ہے مجھے تیرے پہلو میں دیکھ کر میرے رشتہ دار میرے قتل کرنے کے در پے ہوجائے۔ایسا نہ ہو سچ کی گھڑی میں منکر وفا ہوجاؤ۔

درس امتحان کی عمدہ مثال ہے۔

زما په خپل لالی باور دے

که دې چاړو په څوکو لاړ وی رابه شینه

مفہوم :اپنے محبوب کے خلوص پر یقین رکھتی ہوں۔کہتی ہے کہ جو بھی بن پڑے تلوار کی

دھار سے ہوئے ہوئے وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔

رب دې زما پــه غیــږ کښې مــړ کـړه

چې تـه سلګۍ کړې زه دې شونډې ښکلومه

مفہوم: چاہتی ہے۔ دم مرگ محبوب اس کی پہلو میں مرے۔ اسی دوران بھی وہ اسکی لب

لوسی میں مشغول ہوں گی۔

ایثار، خلوص اور رفاقت کا عمدہ نمونہ ہے۔

مــا خــو دروغ دروغ ګــنــلــه

د جانان کډه په رښتیا له ملکه ځینه

مفہوم: مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اب تو محبوب واقعی رخت سفر باندھ کر ملک کو چھوڑ رہا ہے۔

گویا مہاجرت کا دور شروع ہو چکا ہے۔

مســافــری ســختــه خــواری ده

زمـا زاری ده یـاره مـه ځـه لـه وطـنـه

مفہوم: مسافرت بری بلا ہے۔ میرے دوست منت سماجت کر رہی ہوں۔ تم ملک کو خیر بانہ

کہو ملک کو مت چھوڑو۔ گویا مسافری کا ارادہ ترک کرلو۔

په مسافرۍ دې خفه نه يم

خفه په دې يم چې به نه وى ديدنونه

مفہوم: اے دوست مسافری اتنی بری نہیں۔ مگر مجھے دکھ اس امر کا ہے۔ کہ اب آئندہ ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

گویا مسافرت اس کے لیے باعث عسرت ہے۔ مسافرت جدائی کی تمہید ہے۔

په تور توپک ويشتلے راشې

د بې ننګۍ آواز دې رامه شه مئينه

مفہوم:- دوست سے مخاطب ہے۔ اے دوست چاہتی ہوں کہ ملک وملت کی خاطر جان کی بازی لگادو۔ نہ کہ ننگ وطن کا طعنہ ملے۔

ما د کمره راګزار کړئ

چې دې جانان په غيږ کښې لتې تکومه

مفہوم:- خواہش ہے۔ کہ کوئی اونچی جگہ سے پھینک دے اور گر کر دوست کی قدموں میں

رگڑ، رگڑ کر جان دے دوں۔ گویا اسے موت بھی قبول ہے۔ بشرطیکہ موت دوست کی قدموں میں ملے۔

زلمو میدان کښې وینې توئې کړئې

پیغلې رندې کړئې چې کونډتوب نه قبلوینه

مفہوم:- اے جوانوں میدان جنگ میں اپنا خون بہاؤ۔ جو بیوی اپنے خاوند کی قربانی پر راضی نہ ہو۔ وہ اندھی ہو۔ تو بہت ہے۔

گویا خاتون خانہ کے لئے خاوند کی قربانی وجہ افتخار ہے۔ اور بیوگی قابل گوارہ ہے۔

پہ سپین میدان بہ ورسرہ یم

زہ پښتنہ د تورو نۂ تښتم مئینہ

مفہوم:- افغان خاتون وعدہ کرتی ہوں کہ میدان جنگ میں اپنے خاوند کا ساتھ دیگی۔ وہ تلوار کی وار سے پیچھے ہٹنے والی ہرگز نہیں۔ وہ تلوار سے ہراساں نہیں۔

د تیرې تورې نہ دې زار شم

د غلیم وینہ تویوہ چې نوم دې وینہ

مفہوم:- کہتی ہے اے دوست تیرے تلوار پر قربان ہو جاؤں۔ دشمن کو نیست و نابود کر۔ اس کا خون بہاؤ۔ تاکہ نام پاؤ۔ نام آور بن جاؤ۔

پــــه ويـــــنــــو رنګ تـــوره دې راؤړه

راشه په سرو شونډو ئې زه درپاکه کړمه

مفہوم:- آ جاؤ۔ میرے بہادر دوست تیری خون آلود تلوار کو عنابی لبوں سے پاک کر دوں گی۔ گویا خون آلود تلوار کو بوسہ دوں گی۔

پــه تــومــت مــه شــرمیــږه یــاره

په بنو ځوانانو پسې تل وی تومتونه

مفہوم:- الزام تراشی سے گھبراؤ نہیں۔ جو مرد میدان ہوتا ہے۔ اس پر تہمت لگائی جاتی ہے۔

اکبر آلہ آبادی فرماتے ہیں:

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں

کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

پہ هر جا خپل وطن کشمیر دے

پہ ما کشمیر دے د جانان د وطن غرونہ

مفہوم:۔ کشمیر خوبصورتی کے لیے ضرب المثل ہے۔ اسلئے کہتی ہے کہ ہر کسی کے لیے اپنا وطن کشمیر جیسے خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ مگر میرے لیے میرے محبوب کی سنگریز اور سنگلاخ سرزمین کشمیر جیسا خوبصورت لگتا ہے۔ گویا محبوب کا مسکن اس کے لیے وجہ سکون ہے۔

بلبلان تہول پہ ژړا ژاړی

بورا پہ تورو شونډو اوخوړل ګلونہ

مفہوم:۔ ناقدری دوران کا ذکر ہے۔ نیرنگئ دوران کا کیا کہنا۔ بلبل کی قسمت میں رونا مقدر ہے۔ جبکہ بورا جو ایک سیاہ کیڑا ہے وہ عیش دوران سے ہمکنار ہے۔ وہ پھولوں کا رس نچوڑ رہا ہے۔ چوس رہا ہے۔ عاشق زار ناقدری کی دوران سے شکایت کناں ہے۔

تہ د اختر پہ سحر راشہ

زۀ بہ در اوځم تورې سترګې سرۀ لاسونہ

مفہوم:۔ جانان سے مخاطب ہے اے دوست کی صبح کو آنا۔ میں گھر کی دہلیز سے آگے

بڑھوں گی۔ میں سرگین آنکھوں اور سرخ ہاتھوں سے استقبال کرونگی۔گویا آنکھوں میں سرمہ ڈال کر اور ہاتھوں کو مہندی لگا کر باہر آؤں گی۔عید ہے صبح ہے اور ہزار سنگار کر کے استقبال کے لیے حاضر ہوں گی۔

اشنا زمانه مروره

زه مروره د تمام جهان نه یمه

مفہوم:۔دوست مجھ سے خفا ہے۔اسلئے میرے لئے دنیا میں اب کوئی رغبت باقی نہیں رہی گویا تمام جہاں میرے لیے۔ جہان خراب ہے۔دنیا سے رغبت نہ رہی۔توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے۔یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے۔

اشنا سور ګل د کوه طور دے

زۀ ملغلره د دریاب د غاړې یمه

مفہوم:۔میرا دوست سرخ گلاب ہے کوہ طور ہے۔جب کہ میں خود لال و گوہر ہوں۔جو دریا کی پیداوار ہے۔

اشـنـا سـوریـږی روانیـږی

زما ورانیږی د محکم زړگی برجونه

مفہوم :- دوست پابار کاب ہے۔اس لئے میری دل کی مضبوط دنیا نیست و نابود اور تباہ حال ہوگئی۔

اشـنـا غـمـاز سـره ولاړ دے

ځکـه مـې اوښکې په مخ لارې جوړوینه

مفہوم :- دوست میرے رقیب کے ساتھ کھڑا ہے۔اس لئے میں دریا دریا روتی ہوں۔ آنسوؤں نے میرے رخسار پر اپنے نشانات چھوڑ لئے ہیں۔راستے بمعنی نشانات

اشـنا گلاب نـه گیـلـه مـه کـړه

نـازک اندامـه هـمیشـه بې وفا وینه

مفہوم :- اے دوست مجھ گلاب جیسا نازک بدن سے شکایت نہ کر۔ بے مہری حسینوں کا شیوہ ہے بے باکی کی انتہا ہے۔ جو خلوص کا ہمراز ہے۔دل سوز سے خالی ہے۔ نگاہ پاک نہیں ہے۔ پھر اسمیں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے۔

اشنا مې بیا وطن ته راغې

زۀ په خندا یم نرۍ سترګې تورومه

مفہوم:- دوست کی اپنی وطن آمد آمد ہے۔ اسلئے آج میں خوش وخرم اور ہنس رہی ہوں۔

اور خود سنگار کر رہی ہوں۔ اپنی آنکھوں میں سرمہ لگا رہی ہوں۔

اشنا مې پاتې په وطن شه

زۀ مسافره په لاره ځم سلګۍ وهمه

مفہوم:- میری رخصتی ہونے والی ہے۔ جبکہ دوست اپنے وطن میں رہ گیا ہے۔ گویا وہ مجھ

سے جدا ہو چکا۔ اسلئے باہنگامہ رخصتی خوب رو رہی ہوں۔

اشنا سے مراد ماں باپ' عزیز واقارب ہی ہو سکتے ہیں۔ بڑی اچھی منظر کشی کی گئی ہے۔

محاکاتی شاعری کا حق ادا ہوا ہے۔ لطیف جذبات اور گرم احساسات کا اظہار قابل التفات

ہے۔

اشنا مې تورو خاورو اوخوړ

ماته مې خوله شه چې به بیا خندا کومه

مفہوم:۔محبوب منوں مٹی تلے دب چکا۔گویا مر گیا ہے۔اب می کسی منہ سے ہنسوں گی۔گویا اشنا مر گیا۔میری ہنسی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔اب وہ مجسم ماتم ہے۔

اشنا مې سر په وطن کیښود

په تار د زلفو به کفن ورله گنډمه

مفہوم:۔دوست، محبوب نے وطن کی خاطر جان قربان کر دی۔اب اس کا کفن اپنے زلفوں کی تاروں سے سی لوں گی۔

اشنا مې گل بیلتون ازغے وو

لاس ورته اچوم اغزی لاس له نه راځینه

مفہوم:۔ذرا تشبیہ ملاحظہ ہو۔محبوب کو گلاب کے پھول سے اور جدائی کو کانٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔جیسے گلاب اور کانٹا لازم ملزوم ہے۔اس طرح وصل و ہجر ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔کہتی ہے۔میرا محبوب گلاب کا پھول ہے۔وہ جدا ہو رہا ہے۔اگر منع کروں گی جیسے کانٹوں میں ہاتھ ڈال دیا ہو۔کیونکہ ثقافتی بندھنوں کے تقاضا ہے کہ محبت اور جذبات کو قابو رکھا جائے۔اور کسی طور اسے ظاہر نہ کیا جائے۔دوست (خاوند) ذریعہ رزق کی خاطر گھر

سے وطن غیر کو جا رہا ہے۔ بیوی نہ چاہتے ہوئے بھی زبان حال سے اپنا دکھ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ ضبط غم کا تقاضا یہی ہے کہ اظہار غم کو قابو میں رکھا جائے۔ آج خاتونِ خانہ ایسی کرب و بلا سے دوچار ہے۔

اشنا مې ګل د لاسه نه اخلي

د آسمان ستورې به جرګه ورته لیږمه

مفہوم:- کہتی ہے آج اظہار محبت کرنا چاہا۔ گھر اور پھول کو تحفہ کے طور پیش کیا۔ مگر دوست نے التفات نہ کیا۔ اب اس بھری دنیا میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ وہ میرے دوست کو سمجھائے اب غیر مرئی اشنا کا سہارا لوں گی۔ ستاروں سے سوال کروں گی کہ وہ جرگہ کے طور سب ملکر میرے دوست کو منائے اور سمجھائے۔

یہاں بھی ایک استعارہ موجود ہے۔ عورت کی بے بسی اور بے کسی کا اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں۔ وہ ستاروں سے تو رجوع کرتی ہے مگر انسانوں سے نہیں۔ کیونکہ ثقافتی بندھن اور پابندی بڑی سخت ہوا کرتی ہے۔ اظہار محبت اور جذبات کی نمائش طبقہ اناث کے لئے شجر ممنوعہ ہے چہ جائیکہ وہ شاعری میں کھلے بندوں ان کا اظہار کرے یا اپنا نام ظاہر

کر دے۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اشنا مې ګل زۀ ئې بلبل یم

بلبل مدام ژړا په ګل پسې کوینه

مفہوم:۔ اشنا سے مراد دوست، خاوند یا ہر وہ فرد جس سے وابستگی کا اظہار ہوسکتا ہے۔ کہتی ہے میرے دوست تمثیل گل ہے جبکہ میں اسے چاہنے والی بلبل ہوں۔ رونا بلبل کا مقدر ہے۔اس لئے میں ہمہ وقت روتی رہتی ہوں۔

دریا دریا روتا ہوں

صحرا صحرا وحشت ہے

اشنا یو وارې تر ما راشه

یو دوه خبرې د ګیلې درته کومه

مفہوم:۔ بڑی پر درلہجہ میں اپنے دوست سے درخواست کرتی ہے۔ کہ اے دوست ایک بار

تو میرے چند گیلے شکوے سننے کے لیے اپنے وطن آ جاؤ۔

لگتا ہے۔ دوست وطن سے بہت دور جا چکا ہے۔ طالب اپنے جذبات اور خواہشات کی تسکین اور تصعید کے لیے موہوم سا خیال دل میں رکھتی ہوئی اپنی معصوم خواہش کا اظہار کرتی ہے۔ بظاہر کتنی معصوم خواہش ہے۔ اور بے غرض مطالبہ کا اظہار ہے۔

اشنا یوسف رانه جدا شو
زۀ زلیخا ورته په لار کښې ناسته یمه

مفہوم:۔ میرا دوست بمثل یوسف ہے۔ جس طرح یوسف کے انتظار میں زلیخا چشم براہ رہتی تھی۔ آج میرا بھی یہی حال ہے۔ جامعیت کے ساتھ یوسف زلیخا کا قصہ دہرایا گیا ہے۔

تبصرہ:۔ کس حسن خوبی کے ساتھ تلمیح کا حق ادا کیا۔ تلمیح ایک شعری صنف ہے۔ جس کے وسیلے سے تاریخ دہرائی جاتی ہے۔

افسوس افسوس ارمان دے
خوشے میدان دے سترګې چاته واړومه

مفہوم :- الغیاث الغیاث' افسوس صد افسوس ۔ اس حسرت و یاس میں کس کا سہارا تلاش کروں ۔ کس کو حال دل بیان کروں ۔ کون میری داد رسی کرے گا۔ یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں۔ طالب مجسم حسرت و یاس کی تصویر ہے۔ گویا نا امیدی کے حصار میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہے۔

افسوس په هغه ګل پکار دے

چې بې موسمه ئې خزان اورژوینه

مفہوم :- افسوس ان کلیوں پہ ہے جو بن کھلا مرجھا گئے۔

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صباد کھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلا مرجھا گئے

الله دے مل شه آ خپله یاره

په سفر لاړې سودائی درپسې شومه

مفہوم :- اے مطلوب اللہ کے حوالہ ۔ تم نہ رہے ۔ تو اب میں سودائی ہو چکی ہوں۔ گویا دیوانہ۔

امـو ختـہ بـاز راغـخـہ لاړو

د سپینې خولې طمعه په لاس ولاړه یم

مفہوم:۔ سدھایا ہوا باز ہاتھوں سے اُڑ گیا۔اب زندگی بھر انتظار کروں گی ۔کہ وہ قابو آتا بھی ہے۔گویا وہ دیار غیر چلا گیا ہے۔

انبـار د غـم مـې پـہ زړه پـروت دے

د بې ارزو ژړا چې راشي اوخـانـدمـہ

مفہوم:۔ہجوم غم ہے۔ہنسی میں اپنے رونے کو چھپا رہی ہوں ۔گویا ہنسی میرے رونے کی بدلی ہوئی صورت ہے۔

بقول اقبال:

تبسم ایک بڑی دولت ہے میں بھی اس کا قائل ہوں

مگر یہ آنسوؤں کا ایک شیریں نام ہے ساقی

جو امیدیں جگاتی ہیں تو مایوسی سلاتی ہیں

نہ اپنی صبح ہے ساقی نہ اپنی شام ہے ساقی

انتہا نۂ دہ ابتداء دہ

انجام پخیر چې انتہا بہ څنگہ وینہ

مفہوم:۔ ابتداء عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ابتداء کی یہ حالت ہے۔ انتہا کیا ہوگا۔

انجام د هغه خلقو بد وی

چې پہ روځ گیدہ ځروی د شپې خوبونہ

مفہوم:۔ روز وشب خوراک اور خواب کی نظر ہوتو سمجھو بدبختی نے گھیرلیا۔

اوبو لہ ځم راپسې راشہ

زۂ بہ د ټولو جونو وروستو پاتې شمہ

مفہوم:۔ دوست پانی ڈھونے جارہی ہوں۔ تو پیچھے آنا۔ میں تمہاری خاطر اپنی سہیلیوں سے پیچھے رہ جاؤں گی۔ گویا دانستہ رہ جاؤں گی۔

اور چې بلیږی آخر مړ شی

زړۂ چې مئین شی همیشہ لمبې وهینہ

مفہوم :- عام آگ آخر کار بجھ جاتی ہے۔مگر دل کی آگ بڑھتی جاتی ہے۔گویا آتش عشق بجھنے والی چیز نہیں۔

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا آنسوؤں نے

جو آنسوؤں نے لگائی ہو اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

اور د هجران راته بلیږی

زۀ لیونے قطرې دې زړۀ پرې وریتومه

مفہوم :- جدائی کی آگ شعلہ زن ہے۔اس پر اپنے دل کے ٹکڑے بھنا تا ہوں۔گویا کباب کرر ہا ہوں۔

با چائی تخت مې پکار نۀ دے

جانان به لو کړی زۀ به وږی تولومه

مفہوم :- بڑا محاکاتی شعر ہے۔اس میں پشتون معاشرہ کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔مرد و زن دونوں ملکر معاشرتی زیست کا ساماں کرتے رہتے ہیں۔

اگر مرد گندم کا فصل کاٹ رہا ہو۔تو خاتونِ خانہ بکھرے ہوئے بالیوں کو ٹٹول کر جمع کرتی

رہتی ہے۔ ان دو مصرعوں میں ثقافتی معاشرتی کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔ گویا تنگ دستی میں خاتون خانہ اپنے خاوند کا ہاتھ بٹھانا اپنی خوش بختی تصور کرتی ہے۔ اور خوش وخرم رہتی ہے۔ ایفا اور ایثار کا نمونہ بنتی ہے۔ عُسرت میں یسرت کا سامان مہیا کرتی رہتی ہے۔ یا پھر

با چائی تخت مې قبول نه دے

دا خپل اشنا سره به ورېی تهولومه

مفہوم :- سیاق وسباق سے بالکل عیاں ہے۔ کہ آشنا سے مراد خاوند ہی ہے۔ افغان ثقافت کی پابندی اتنی سخت ہے کہ خاتون خانہ کا کسی غیر محرم کے ساتھ کام کرنا درکنار اس سے ہم کلام بھی نہیں ہوسکتی۔ یہ جرم واجب القتل ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ خاوند گھر میں داخل ہوا۔ تو دیکھا۔ اسکی بیوی اپنے ہمسایہ سے دیوار کے اوٹ میں کسی ضروری کام کے سلسلے میں محو گفتگو ہے۔ پھر کیا تھا۔ تلوار نکال لی۔ اور بیوی کا سر قلم کردیا۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ دلخراش ہے۔ 1935ء کا عشرہ ہے۔ فقیر آف اپی انگریزوں کے خلاف محو جہاد ہے۔ اس جہاد میں اکثر وبیشتر خواتین بھی برابر کی شریک رہتی۔ ایک بار

چند خواتین مل کر دشمن کے ایک دستے پر حملہ آور ہوئیں ۔ اسی کشمکش میں ایک خاتون گرفتار ہوئی ۔ اسے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ چند دن بعد رہائی ملی ۔ رہائی پانے کے بعد بھائی نے بہن کو اس شبہ میں قتل کر دیا کہ شاید اس کی بے حرمتی کی گئی ہو۔ یا کوئی اسے پیغور دے گا۔ پیغور کا خفت اور خوف مٹانے کی غرض سے اپنی بہن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے ۔ اور اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ ہے تقاضا افغان ثقافت کا۔

باد د اشنا د ډېرې راغے

د آسویلو سره مې زړۀ ته کړه دننه

مفہوم:۔ مطلوب/ خاوند کی طرف سے ہوا چلی آئی ہے۔ میں نے اسے اپنا سانس کا حصہ بنا دیا۔ مگر آہوں کے ساتھ ۔ کیونکہ اس کا مطلوب کوسوں دور ہے ۔ اور وہ ہجرت زدہ ہے۔

باد دې اشنا د ډېرې راغے

د انګو په سر مې اوښکې اوچوینه

مفہوم :۔ جہاں مطلوب ہے اس سمت سے اگر ہوا بھی چلے تو میرے لیے ماضی کی یاد تازہ

ہوجاتی ہے۔ اور رو پڑتی ہوں۔ گویا یاد ماضی عذاب بن جاتا ہے۔ مسرت کی بجائے عسرت کا باعث بن جائے۔ ایثار اور وفا کا معراج چھو رہی ہے۔

بـــاد داشـــنـــا دلـــوری راغـــے

پہ مخ مې لګی لکہ پرخہ پہ ګلونہ

مفہوم :- دوست/ خاوند وطن سے دور ہے۔ بہت دور۔ جب اسکی طرف سے ہوا آتی ہے۔ میرے مشام ناز پر ایسا اثر مرتب کرتی ہے۔ جیسے پھول کے لیے شبنم۔ اور میں پھول جیسی تر و تازہ ہو جاتی ہوں۔

بـــاد صبـــا د خـــدائـــے دپـــاره

زمـا پـہ ښـکـلـی اشنا وایہ سلامونہ

تمہید :- افغان معاشرہ میں سامان زیست دیار غیر میں دستیاب ہوتا رہا ہے۔ اکثر و بیشتر مرد گھر سے دور مزدوری کے لئے دیار غیر کا رُخ کرتے ہیں۔ گویا مہاجرت ان کا مقدر ہوتا ہے۔ اسلئے خاتون خانہ اس مہاجرت دوری اور جدائی کو نہایت حسرت و یاس کے ساتھ ذکر کرتی رہتی ہے۔

ایک طرف اگر صورت حال کی عکاسی ملتی ہے۔ تو دوسری طرف خاتون خانہ کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ جس میں وہ کامیاب وکامران ہوتی ہے۔ صبح اٹھتی ہے۔ یاد خاوند ستاتی ہے۔ صبح کی ہوا سے درخواست کرتی ہے۔ خدارا میری طرف سے میرے خاوند کو سلام و دعا پہنچا دو۔ شکریہ

نوٹ:۔ باد و باراں بہت سارے ابیات پشتو ادب کا حصہ ہیں۔ کیونکہ باد طالب کے لیے قاصد اور باران آنسوؤں کی لڑیاں ہوتی ہیں۔ باد و باران طالب کا ہمراز ہوتے ہیں۔ معاون اور دستگیر ہوتے ہیں۔

باد صبا زما قاصد شه

زما غمخوار جانان ته وایه سلامونه

مفہوم:۔ باد صبا میرا سلام میرے غمزدہ مطلوب کو پہنچا دو۔

باغ چې د زاغ په حواله شي

بلبل نرمے فریاد کوی د ملکه ځینه

مفہوم:۔ باغ پر زاغ نے قبضہ کرلیا۔ اب بلبل ترک وطن پر مجبور ہو گیا ہے۔

تبصرہ:- ملک و وطن پر غاصب قابض ہوگیا ہے۔ اب تو اس کے باسی ترک وطن پر مجبور ہو چکے ہیں۔ یہ نیرنگیِ دوران کی کارستانی ہے۔

ایک ناخواندہ شاعر کے مطابق:

ځائے د بلبلانو اوس تپوس نیولے دے

مخ دې کس نیولے دے -----

از پلنگ شاعر بنوں

مفہوم:- بلبل کے مسکن پر کرگس نے قبضہ کرلیا۔ اس لئے آج میں آزردہ خاطر ہوں۔

بخت مې اوده غم مې بیدار دے

د چا آزار دے یار مې نه کوی پوښتنه

مفہوم:- جانے کس کی بدعا لگی۔ کہ اشنا التفات نہیں کرتا۔ لگتا ہے۔ قسمت روٹھ چکی ہے۔ اور غم بیدار ہوا۔ یا قسمت خفتہ ہے۔ غم جاگ اُٹھتا ہے۔ اس لیے دوست بے توجہی سے پیش آرہا ہے۔

بــدن ئــې اوچ لـــکـــه ربــاب دے

زړۀ ئې زخمه دے اندیښنې پرې غږومه

مفہوم:۔ جسم سوکھ چکا مثل رباب۔ جب رباب بجاتی ہوں۔ تو جو سُر نکلے وہ میری درد دل کی آواز ہوتی ہے۔ دل بمثل زخمہ رباب ہے۔

گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والو

دکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

بـدن مــې بــاغ زړه مــې ګـلاب دے

د بیلتانۀ سیلۍ پرې راغله اوچ به شینه

مفہوم:۔ آج دل باغ باغ ہوا چاہتا ہے۔ لگتا ہے جدائی آنیوالی ہے اور میں سوکھ کر کانٹا ہوجاؤں گی۔ شاعر خیال خوش ہے۔ لحات وصل ہے مگر ہجر کا دھڑکا ساتھ لگا ہوا ہے۔ جو اپنا اثر دکھادے گا۔

ہے وصل میں بھی ہجر کا دھڑکا لگا ہوا

ہوں اپنے آپ فہم رسا سے عذاب میں

بره آسمان دے بنکته زمکه

لکه د ژرندې دواړه مینځ کښې میده شومه

مفہوم:۔آسمان اور زمین میرے لیے چکی کے دو پاٹ ہیں۔ بیچ میں پھسی جاتی ہوں۔

تبصرہ:۔شاعر قنوطیت سے دوچار ہے۔ اس کے لیے زندگی غم واندوہ سے عبارت ہے۔

عسرت اور زحمت سے دوچار ہے۔

بس دے په دې به فیصله کړو

ډېرې مصرعې د سړی غم سیوا کوینه

مفہوم:۔قصہ کوتاہ۔ مصرعے سننے کی تاب نہیں۔ غم میں اضافہ کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

بقول شاعر:

سمجھتے کیا تھا مگر سنتے تھے ترانہ درد

سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سنا نہ گیا

مفہوم:۔شروع میں ترانہ درد سے محظوظ ہوتا تھا۔ لطف اٹھاتا تھا۔ مگر جب سے حقیقت اشنا ہوا۔ اب تو ترانہ درد سننے کی تاب نہ رہی۔

بس کہ پہ دې دا فیصلہ وی

وطن ترې واخلئی انګریزان اوشړئی مئینہ

مفہوم :- انگریز حکمران کو بے دخل ہو جانا چاہتے ۔ جنگ آزادی میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی شریک رہی ہیں ۔ اور یہ ان کی دلی خواہش رہی ہے ۔ کہ انگریز کو بیک بنی ودوگوش ہندوستان سے بیدخل کرنے چاہئے انہیں بزور نکالنا چاہئے ۔

آزادی حاصل کرنے کا جذبہ قدر مشترک تھا ۔ افغان خواتین اس جہاد ازادی میں مردوں سے کسی طور کم نہ تھیں ۔

نلبل پہ وازہ خولہ فریاد کړہ

زہ پتہ خولہ ژړا پہ یار پسې کومہ

مفہوم :- بلبل فریاد کناں ہے ۔ زور زور سے فریاد کر رہی ہے ۔ مگر میں اپنے یار کی یاد میں چپکے چپکے رو رہی ہوں ۔

تبصرہ :- شیخ سعدیؒ کے مطابق :-

اے مرغِ سحر عشق زِ پروانہ بیاموز

کہ آں سوختہ را جاں شود آواز نیامد

عاشق کے لئے شایانِ شان نہیں ۔ کہ وہ زاروقطار روتے ہوئے آہ وفغاں کرے ۔ دیکھئے پروانہ جل جاتا ہے ۔ مگر فریاد تک نہیں کیا کرتا ۔ سوز وگداز کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے ۔

میر سخن :۔

یہ بھی آدابِ محبت نے گوارا نہ کیا

ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں ۔ حیا اور خاموشی آداب محبت میں شامل ہے ۔

بلبل دگل سرہ آشنا دے

پتنگہ تا شمع اکثر آزاروینہ

مفہوم :۔ شاعر خیال کے مطابق پروانہ کے مقابلے میں بلبل کا کار عشق سب سے کامیاب ہے ۔ گل وفا کر رہا ہے ۔ مگر پروانہ شمع کے ہاتھوں سوزاں ہے ۔

نـــلبـــلـــه راشـــه دیـــدن اوکـــړه

خـزان ظـالـم ذمے ریـژوی نـازک ګـلـونـه

مفہوم:- محبوبہ اپنے مطلوب سے کہتی ہے۔آج غنیمت ہے۔ملاقات کے لئے آ جاؤ۔ خزان کی آمد آمد ہے۔آج جو پھول تر و تازہ ہے کل تک مرجھایا ہوا ہوگا۔گویا زندگی پابارکاب اور سرعت کے ساتھ گزر رہی ہے۔

حیات کی اصل حقیقت کو چند لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔بلبل اور گل طالب و مطلوب کا استعارہ ہے۔بلبل سے مراد طالب ہے۔جبکہ گل مطلوب ہے۔

بـــلبـــه ولـــې مـــدام ژاړې

بیـلتـون بـنـد کـړی پـه چـانـه دی دیدنونـه

مفہوم:- بڑا ر جائی کلام ہے۔مزید سچے عشق کا انجام اور داستان کا بیان ہے۔

بقول شاعر:

تیرا تصور شب ہمہ شب

خلوت غم بھی بزم طرب

بقول شاعر خیال ہجرت مانع دیدار نہیں۔مہاجرت کے ہوتئے ہوئے بھی دیدار دوست ہوسکتا ہے۔قرینہ سے مترشح ہے۔کہ تصور کو دوست دیدار دوست کا نعم البدل ہے۔ شاعر کے خیال کے مطابق بلبل کا رونا عبث فعل ہے۔جب عشق خلوص کی منزل پر پہنچ جائے۔تو طالب ومطلوب کے درمیان حائل فاصلے اور پردے ہٹ جاتے ہیں۔کٹ جاتے ہیں بلکہ مٹ جاتے ہیں۔

زۀ چې هر طرف ته ګورم جانان ته ئې

بحر و برو په زمین و آسمان ته ئې

(مصنف)

بلتانه اوسوم غم ايرې کړم

چاته نعرې کړم چې ديار له غمه مرمه

مفہوم:- دوست کی جدائی نے جلا کر راکھ کردیا ہے۔جان بلب ہوں۔کس سے فریاد کروں۔غم ویاس کی تصویر ہے۔

بلـــې لـــمبـــې مـــې د زړهٔ خیـــژي

که څوک تو دیرې زما خواله دې راځینه

مفہوم :- دل سے شعلہ فشاں برآمد ہو رہا ہے۔ کوئی قریب سے نہ گزرے وہ بھی سوختہ

جان ہو جائے گا۔

میر بھی کیا خوب فرماتے ہیں:-

کروں جو آہ زمیں وزماں جل جائے

سپہر نیلی کا یہ سایباں جل جائے

(میرؔ)

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرپا

موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا

(غالبؔ)

بـــنـــده بـــنـــده د بـــنـــده مـــه شـــه

څوک چې بنده د بنده شي بندیوان شینه

تبصرہ:- آزادی قدر حیات ہے۔غلامی کی بہتر تشریح کی گئی ہے۔کہ جب کوئی غلاموں کا غلام بن جاتے۔تو یہ حالت بڑی تکلیف دہ ہے۔خدا کسی غلام کا غلام نہ بنادے۔

غلامی قہر ہے۔اگر یہ غلامی کسی آزاد فرد کی ہو۔تو بھی قہر ہے۔مگر جب غلام کا کوئی غلام بن جائے تو یقیناً نا قابل برداشت ہے۔

بقول جمال الدین افغانی: اگر آزادی کے بدلے میں بہتر معاشی حالات مل جائیں۔تو یہ قہر خداوندی ہے۔آزادی میں عسرت آسا زندگی نعمت ہے۔جبکہ غلامی میں بہتر آسائش زیست زحمت ہے۔نا قابل قبول۔

بندي خانې لره مې بيائي

د خدائے مې جار کړې بندي يار به اووينمه

مفہوم:-جنگ آزادی کی پاداش میں مجھے بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔خوشی اس بات کی ہے کہ اس طرح اپنے دوست (خاوند) سے ملاقات ہو سکے گی۔لگتا ہے آزادی کی جنگ مرد و زن دونوں لڑ رہے تھے۔

بـنـو دې غشــي راګــزار کـړل

سترګې په خيال پورته کوه زخمې دې کړمه

مفہوم:- دوست کی نظروں نے مجھے زخمی کیا۔ گویا دل پر تیر لگا۔ دوست احتیاط کے ساتھ آنکھیں اٹھا کر دیکھو۔ دوست کی انداز نظر کا اثر بتایا گیا ہے۔

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہوں گے

نیم بسمل کئی ہوں گے کئی بے جاں ہوں گے

بــورا د عشــق پــه لــمبــو تــور دے

بلبلــه مــه کــړه بورا تــه پـیـغـورونـه

مفہوم:- آتش عشق نے بورا (سیاہ کیڑا) کو جلا کر سیاہ کر دیا ہے۔ اے بلبل تم اسے ملامت زدہ نہ سمجھ۔ محبت کے جلوے نے اسکی یہ حالت بنا کر رکھی ہے۔

اس نادر توجیہہ کی مثال بہت کم دیکھنے کو دنیائے ادب میں ملے گی۔ اسی کو صنعت تلمیع کہتے ہیں۔

بهار به بیا په ګلو راشي

بلبله مه کړه سوی سوی آوازونه

مفہوم:۔بلبل گرم آہیں مت بھرو۔اچھا وقت آنے والا ہے۔گویا مہار رجائیت کا حامل

ہے۔

بهار به بیا په ګلو راشي

خزانه ولې روژې سمسور ګلونه

مفہوم:۔خزان تو تباہی مچار ہے ہو۔مجھے یقین ہے کہ پھر سے بہار آئیگی۔گویا اچھا وقت

آنے والا ہے۔قرآن کا متن بھی یہی سکھاتا ہے۔کہ عسر کے بعد یُسر کی آمد آمد ہوتی ہے۔

ان مع العسر الیسر

غم کے بعد خوشی آتی ہے۔

بیا مې د خیال پانړه رپیږي

یا جانان مړ دمے یا خه نومے غم راځینه

مفہوم:۔جب ابروئے چشم میں ارتعاش آجائے۔ہلنے لگے۔تو اسے بدشگونی سمجھا جاتا

ہے۔

لگتا ہے شاعر خیال کو بھی یہی وسوسہ لاحق ہو چکا ہو۔ اداسی ہی اداسی ہی کہتے ہیں۔ یہ چھٹی حس کا شاخسانہ ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ کچھ انہونی ہونیوالی ہے۔ یا تو عزیز' رشتہ دار کی موت واقع ہوگی یا کہیں اور غم سے دوچار ہونا ہے۔ بہر حال کسی حادثہ کی پیش گوئی ہے۔

بیلتانهٔ غرونه په ژړا کړل

د جدایۍ په اوښکو ډک راغل سیندونه

دریا دریا روتا ہوں

صحرا صحرا وحشت ہے

مفہوم:۔ جدائی ہے۔ از راہ ہمدردی میرے ساتھ پہاڑ بھی رونے لگے۔ گویا دریا دریا روتی ہوں۔ دریائی نالے میری آنسوؤں کا دین ہے۔

بیلتون په اصل زما یار دے

چې مې جانان په هر ساعت رایادوینه

مفہوم :- نازک خیالی ملاحظہ ہو۔ نرالا خیال ہے۔ وہ جدائی کا احساس مند ہے۔ کیونکہ جدائی کی شدت نے مطلوب کا خیال تازہ کرر کھا ہے۔

بیلتون پہ لوړو غرونو راغے

راکوز ئې مه کړې مور او لور جدا کوینه

مفہوم :- وقت رخصتی ہے۔ ماں سے بیٹی جدا ہو رہی ہے۔ ماں کی طرف سے غم فرقت کا اظہار ہے۔ کتنی معصوم خواہش ہے۔

بیلتون پہ هر چا میلمہ کیږی

پہ ما چې راشی تیروی میاشتې کالونہ

شاعر خیال کیا خوب فرماتی ہیں۔

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں

مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

حافظ الپوری کے مطابق :-

هر شپه پسې صبا کوره قرین رادرومی

په ما د هجر شپه اوږده شوه صبا به نشی

مفہوم:- جدائی لابدئی ہے۔ مگر میرے حق میں جدائی نے طول پکڑ کر رکھا ہے۔

بیلتون دې قدر را معلوم کړه

د پښو تلی به دې په سترګو ښکلومه

مفہوم:- اے دوست جدائی نے تیری قدر قیمت بڑھا دی ہے۔ تمہارے تلوے کو بوسہ دونگی۔ شدت جدائی کا ردعمل ہے۔

بیلتون دې اوسمه جانانه

سرې اوبۀ د وصل راوړه مړ به شمه

مفہوم:- آتش جدائی میں جل رہا ہوں۔ میری دراخواست ہے وصل آب سے سیراب کر۔ کیونکہ لب بامرگ ہوں۔

وصل کو ٹھنڈے پانی ے اور ہجر کو گرم پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

بیلتــون دیــو ورځــې میــلمــه

چې پــه مــا راغــے تیروی میاشتې کلونــه

مفہوم :- دستور کے مطابق جدائی کا قیام چند روزہ ہوتا ہے۔ مگر میرے باب میں یہ قیام دوام بن گیا ہے۔

بیــلتــون ډاکــو پــه لار کښـې نــاسـت وو

د دیدن پنډ ئې یارلــه راؤړو تــالا ئې کړمه

مفہوم :- دیدار دوست کا تحفہ ڈاکو، ہجر جدائی نے لوٹ لیا۔ گویا ہجراں سے دوچار ہوا۔ میری وصلت کو ہجرت میں تبدیل ہوئی۔ امید نا امیدی میں بدل گئی۔ آس یاس میں بدل گئی۔ بڑی دردناک صورت حال ہے۔

بیــلتونــه خدائــے دې ځــوانــی مــرګ کــړه

چې پــه ځــوانــۍ دې د اشنــا نــه جدا کــړمــه

بددعا ہے۔ ہجر کے لئے۔

مفہوم :- جدائی تو جوانمرگ ہوز مجھے عین جوانی میں دوست سے جدا کیا۔ لگتا ہے۔ خاوند

مفہوم :- دشمن نے میرے ملک پر یلغار کر دیا۔ اب جا گو راحت و آسائش کا مقام نہیں۔ دشمن کا مقابلہ کرو۔

یہ ایک خاتون کی طرف سے ترغیب ہے۔ مردوں کو غیرت دلا رہی ہے۔ آزادی کی خاطر آرام و راحت کی دنیا ترک کر دینا چاہیئے ۔ یاد رہے پختونخوا کا مرد و زن جہاد میں شانہ بشانہ لڑ رہے تھے۔

پتنګ د حسن قیمت زیات کړه

څکه ئې شمع په لمبو کښې سوزوینه

مفہوم :- پروانہ نے حسن کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ جس کی پاداشمیں شمع نے اسے جلادیا۔ پروانہ کو اپنی قربانی کی سزا دی گئی۔ شمع استعارہ ہے۔ حسن کے لیے۔ جب کہ پروانہ سے مراد عاشق ہے۔ دنیا کا یہی دستور ہے۔ بجائے جزا کے سزا ملتی رہی ہے۔ یہ ایک قسم کا احتجاج بھی تو ہے۔

پټ به دیار په غم کښې ژاړم

پټې به اوښکې په ګریوان کښې تویوینه

مفہوم:- چپکے چپکے رات دن دوست سے دوری کی وجہ سے آنسوؤں بہاتی رہتی ہوں۔

پټــه مــئيـنــه پټــه ژاړم

پټې به اوښکې په ګريوان کښې تويومه

مفہوم:- اے دوست کسی کو کیا معلوم کہ تم میرے دوست ہو۔ اور میں کس کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ گویا یہ راز کسی پر بھی عیاں نہیں۔

پښتـنـې پيـغـلـې خـوشـحـالـي کـه

چې زلـميان کاندی د انګريز سره جنګونه

مفہوم:- پشتون خواتین اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہیں۔ کہ آج نوجوان انگریزوں سے برسر پیکار ہیں۔

پښتـــو آســـانــــه نــــهٔ ده

څوک چې پښتـو که پوښتي ماتې ګړځوينه

مفہوم:- پښتــو بمعنی غیرت:- غیرت نبھانا کار آسان نہیں۔ غیرت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی پسلیوں کو تڑوادے۔ خود کو کرب کرب بلا سے

دو چار کرے۔ زدو کوب کرادے۔ پسلیوں کو تڑوادے وغیرہ وغیرہ

پښتو د اوسپنې چنړې دی

زما یاره فولادی جوړ کہ غاښونہ

مفہوم:۔ پشتو غیرت کی مثال بمزل لوہے کے چنے کی ہے۔ جسے چھبانے کے لئے فولادی دانت چاہیئے۔ گویا غیرت بڑی اوکھی چیز ہے۔ اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

پښتو غیرت د پښتون کار دے

کار دې پښتون د بې همت نہ شی مئینہ

مفہوم:۔ پښتو اور غیرت ہم معنی ہیں۔ جس کا نبھانا بے ہمت لوگوں کا کام نہیں۔ اس کے لئے حوصلہ و ہمت چاہیئے۔

پښتون د جنگ پہ ډگر مړ شو

پښتنې جونې ئې پہ وینو ږدی خالونہ

مفہوم:۔ پشتون مردوں نے میدان جنگ میں جان دیدی۔ اب پشتون خواتین لہو کو بطور زینت استعمال کررہی ہے۔ گویا خدوخال کی زینت ان لہو کا مرہون منت ہے۔ مردوں کا

لہوان پشتون خواتین کے لئے باعث خورسندی ہے۔ دردمندی نہیں۔

پښتون له نسله بهادر دے

له کارنامو نه ئې ډک شو کتابونه

مفہوم:۔ پشتون کی گھٹی، خمیر اور ضمیر میں بہادری شامل ہے۔ ان کے کارنامے کتابوں میں درج ہو چکے ہیں۔

پښتونه ویښ شه غفلت پریږده

په خوئیندو رونړو دې راغلی تکلیفونه

مفہوم:۔ پشتون قوم بیدار ہو جاؤ۔ بھائی بہنیں تکلیف میں ہیں۔ آرام و آسائش کو چھوڑ دو جنگ و جہاد جاری رکھو۔

په اشارو دې نه پوهیږم

په زړه دې څه دی راشه اووایه مئینه

مفہوم:۔ رمز و ایما میں بات نہ کر۔ جو دل میں ہے۔ زبان حال سے صاف صاف بتا دو۔

پـــه اشنـــا سپیـن کـفـن غـوړیـړی

پـــه مـا وریـړی د سـکـروتـو بـارانـونـه

مفہوم:- آج میں نے اپنے دوست کا منہ کفن میں چھپالیا ہے۔لگتا ہے میرے اوپر آگ برس رہی ہے۔

پـــه اوښـکـو لـونـد ګـریـوان مـې ګـوره

ستـا د پیـغـوره مـور پـه کـور بند کـړے یمـه

مفہوم:- تیری ماں نے مجھے پیغور دیا۔جس کی پاداش میں مجھے میری ماں نے آپ کے ہاں آنے سے روک رکھا ہے۔اس لیے میں خوب رو رہی ہوں۔میرا گریباں آنسوؤں سے تر بتر ہے۔حسرت و یاس کی تصویر ہوں۔معاشرتی زندگی کی خوب تصویر کشی کی گئی ہے۔

پـــه تـورتـوپـک ویشتـلـے جـوړ شـو

د سپینې خولې ویشتـلـے قبر لـره ځینـه

مفہوم:- بندوق کا مارا ہوا بچ سکتا ہے۔مگر حسن کا زخمی لا علاج ہے۔

پــــہ تــــور تــہ وپک ویشتـــلـــے راشـــي

د بــیـېِ نــنــګــی آواز دې رامشـــه مئینــه

مفہوم :- دوست بندوق کی گولی لگنے سے مرجاؤ تو قابل قبول ہے۔ بہتر ہے۔ مگر بے مروتی کا طعنہ میرے لئے قابل قبول نہیں۔

پــــہ تــــورو ســتــرګــو دې مــئــیــن کــړم

بیا دې پہ زلـفـو کنبـي د عـمر قیدی کړمه

مفہوم:- سیاہ چشم اور سیاہ زلفوں نے مجھے عمر بھر قید میں رکھ لیا ہے۔ گویا اسیر زلف ہو چکا۔

پـــــہ تیــره تـــوره مـــې حـــلال کـــړه

یـو داسـې مـۀ وایـه چې خولـه نۀ درکومه

مفہوم:- تلوار کے وار سے ذبح ہو جانا قبول ہے۔ مگر لب بوسی سے انکار نا قبول۔

پـــــہ جـدایـی دې خـــفـــه نـــــه یـــم

خفـه پـه دا یم چې رقیـب دې خپـلوینـه

مفہوم:- جدائی منظور ہے۔ مگر رقیب کی رفاقت نا گوار ہے۔

پــــه جــنــازه مــې بيــړه اوکــړه

نــاوختــه كيــږي نا اشنا وطن تــه ځــمــه

مفہوم:- جنازہ ادا کرنے میں جلدی کر۔ میں نے دیار غیر کو جانا ہے۔

پــــه جــنــازه مــې تــلــوار اوړکــړه

نــاوختــه كيــږي د اشــنــا ديدن تــه ځــمــه

مفہوم:- قرینہ سے معلوم ہے۔ کہ دوست وفات پاچکا۔ کچھ عرصے بعد اسے بھی موت آ گئی۔ اس کی خواہش ہے کہ جنازہ اٹھنے میں جلدی ہو۔ تاکہ بہت جلد بچھڑے ہوئے دوست سے ملاقات ہو۔

پــــه ځــنــكــدن مــې راحــاضــر شــه

بيــا تــر قيــامتــه پــورې نشتــه ديــدنــونــه

مفہوم:- اے دوست بوقت نزع حاضر ہو جا۔ پھر تو قیامت تک ملاقات نصیب نہیں ہوگی۔

پـــہ ځـنـګـلـونـو کـبـنـې اوګـوره
د آبـــادۍ نـــه زۀ پـخـوا راغـلـے یـمـه

مفہوم:۔ مجھے جنگلوں میں تلاش کرنا۔ آبادی کو عرصہ ہوا۔ ترک کر چکی ہوں۔

بقول شاعر:۔

میں دیوانہ بھلا مجھکو میرے صحرا میں پہنچادو
کہ میں پابند آداب گلستان ہو نہیں سکتا

نوٹ:۔ عاشق زار کا مسکن غیر آباد ملک ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ آبادی سے گریزاں رہتا ہے۔ تنہا رہنا پسند ہوتا ہے۔

پـــہ چـمـــن ستـــا د راتـلـو غـر شـۀ
غوټۍ لـہ شـرمـہ مـخ پـہ پاڼـو پټـوینـہ

مفہوم:۔ جب سے دوست تیری آمد کا آوازہ ہوا۔ تب سے غنچوں اور کلیوں نے اپنا چہرہ پتوں میں شرم کی وجہ سے چھپا لیا۔ کیونکھ اسے شرمندگی اٹھانی پڑی ہے۔ گویا تم بہت ہی خوبصورت ہو۔

ستا پہ جمال مې دې قسم وی

کہ بې لہ تا عمر پہ ژوند حسابومہ

مفہوم:- تیرے حسن پر قسم اٹھاتی ہوں۔ کہ تیرے بغیر زندگی کسی حساب میں شمار نہیں۔ گویا تیرے بغیر زندگی اجیرن ہے۔

بقول شاعر:-

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہان خراب میں

شبہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

پہ خپل وطن مې دې خدائے مرہ کړی

چې د جانان تورہ لنګۍ مې کفن شینہ

مفہوم:- وطن کی خاطر قربان ہو جاؤں گویا شہید وطن ہو جاؤں۔ اور پھر دوست کی پگڑی میرا کفن ٹھہر جائے ہ۔ یعنی دوست کی پگڑی بطور کفن پہن لوں۔

پہ خولہ دې یو پہ زړۂ دې بلہ

د سپلمۍ کلہ تش پہ رنګ دې خطا شومہ

مفہوم:۔ دوست تیری ظاہری شکل وصورت نے مجھے دھوکا دیا۔ جیسے آک کا پھول۔ بظاہر خوبصورت مگر خوشبو کی بجائے گل آک بدبو رکھتا ہے۔ بظاہر کچھ حقیقت کچھ' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں فریب خوردہ' تیری ظاہر صورت کو دیکھ کر دھوکا کھالیا۔

پہ خولہ زما چرتہ جوړیږی

چې درتہ اوکړم مخامخ بنہ تقریرونہ

مفہوم:۔ چاہتی ہوں۔ دوبدو بہت کچھ کہہ دوں۔ مگر رعبِ حسن نے ایسا نہ کرنے دیا۔

پہ خندا هره جینئ خاندی

لیلیٰ چې خاندی ملغلرې تویوینہ

مفہوم:۔ ویسے سب نا کتخدا ہنستی ہیں۔ مگر لیلیٰ (محبوبہ) کے منہ سے موتی جھڑتے ہیں۔ گویا ان کی ہنسی گوہر بار ہوتی ہے۔

پہ خوبولی کلی راغلم

خدایہ نارې اوکړم کہ غلې تیرہ شمہ

مفہوم:۔ میرا راہگذر دوست کی بستی ہے۔ سب مخلوق محوِ خواب ہیں۔ چاہا خوب نعرہ بازی

کروں تاکہ محبوب جاگ اٹھے۔ مگر یہ جرات بھی نہیں۔ اب تو مجبوراً خاموشی کے ساتھ گزارونگی۔ گویا حسرت دل میں رہی ہے۔ اور وہی کشمکش سے دوچار رہا۔

پہ دارو کانو نۂ رغیږم

پہ زړۂ چیچلے ستا د زلفو ښامار یمہ

مفہوم:۔ دوست تیری سیاہ زلفوں نے ڈس لیا ہے۔ اس لئے میرا مرض لا علاج ہے۔ مریض محبت کا کوئی علاج معالجہ نہیں۔

پہ دنیا غم کلہ ښادی وی

پہ ما همیش د غم جنډې ولاړې دینہ

مفہوم:۔ عام دستور ہے۔ کہ غم و شادی' خوشی و غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مگر میرے یہاں غم نے مستقلاً ڈیرا ڈال رکھا ہے۔ گویا غم روزگار سے تمام عمر سروکار رہتا ہے۔

بقول شاعر:۔

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم دل اگر نہ ہوتا ، غم روزگار ہوتا

یعنی غم خوراک زیست بن چکا ہے۔

پہ ډیر طاقت وومہ مغرورہ

جانان پہ تش کاتۂ لہ ډاکہ اوویشتمہ

مفہوم:- اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا۔ مگر دوست نے پیکان نظر سے آسانی کے ساتھ شکار کرلیا۔ گویا دوست نے ایک ہی نظر میں مجھے شکار کرلیا۔ گو سحر کار نظروں نے مجھے شکار کرلیا۔ بقول شاعر:-

آبروئے حسینان کی آبروئے بے مثل

شمشیروں میں شیمشیر ہے شمشیر کسی کا

پہ ډیرو سختو کنبې خوشحال یم

خو هسې نہ چې مې جانان د بل چاشینہ

مفہوم:- ہر قسم کی سختی جھیلنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر دوست کسی غیر کا ہو جائے۔ تو یہ صدمہ قابل برداشت نہیں ہوتا۔

پــه ډیـره میـنــه کـبنـې رسـوا شـو مـه

جـانـان پـردے کـړم پـه دنیـا اوشـرمیـد مـه

مفہوم:۔ میری محبت میری رسوائی کا سامان ہوا۔ کیونکہ دوست نے مجھے چھوڑ دیا۔ جس کا چرچا ہر سو ہو رہا ہے۔

پــه رنگ ســړے نــهٔ ســړے کیــږی

سـړے هـغـه دے چې ئې خوئی د سړی وینه

مفہوم:۔ رنگ وصورت سے انسان نہیں۔ جبکہ خوئی خصلت انسان جیسا ہو۔ حسن اخلاق سے انسان بنتا ہے۔ نہ کہ رنگ وروپ سے۔

پـــه زړهٔ مــې اور د میــنــې بـل دے

څـکـه مـې سـوی اسویلی د خولې نه ځینه

مفہوم:۔ آتش عشق سے دل سوزاں ہے۔ اسلئے گرم آہیں بھر رہا ہوں۔

پــه زړهٔ مــې بـار پـروت دے عـالــمــه

خـوا خـوږے نـه یم چې اوواېم حالـونــه

کوئی ملتا نہیں اپنا جہاں میں

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

مفہوم:۔کوئی غمخوار اور ہمدرد نہیں مل رہا۔ کہ اسے حال دل بیان کروں۔ تا کہ دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

پـه زړۀ مـې يـار د غـم انبـار دے

هسـې مـخلوق تـه پـه خندا ولاړه يمـه

مفہوم:۔وفورِ غم ہے۔ مگر دکھاوے کے لیے ہنس رہی ہوں۔ گویا غم چھپانے کے لئے میرا ہنسنا ایک بہانہ ہے۔

میری زیست کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پوچھو

میرا مجلسی تبسم میرا ترجمان نہیں ہے

پـه زړۀ مـې تـاؤ د بـيلتـون تير شـو

زه د دوزخ د لـمبـو څـۀ پـروا کـومـه

مفہوم:۔میں جدائی کی آگ کا مقابلہ کیا۔ سوزانِ ہجر سے جلا ہوں۔ اب تو میرے لیے نارِ

جہنم بھی۔۔۔۔
گویا جدائی کی آگ میں جو تپش ہے وہ حدت نارِ جہنم میں کہاں ہے۔ گویا آتش دوزخ میں اتنی گرمی کہاں۔

پہ زړۀ مې تۀ بهانې مې نورې
کلي کښې کړخم ماشومان قلارومه

مفہوم:- تیرا غم غلط کرنے کے لئے بہانے تلاش کرتا رہتا ہوں۔ اور گاؤں کے بچوں سے کھیلتا ہوں۔ یہ بھی تجھ سے ملنے کا ایک وصیلہ ہے۔ مقصد تو ہے۔ دیگر مشاغل میرے بالواسطے وسیلے ہیں۔

پہ زړۀ مې داسې غم لګیا دے
لکه چنجے چې په لرګي دننه وینه

مفہوم:- غم جانان دیمک کی طرح اندر سے میرا دل چاٹ رہا ہے۔ دھیمک خوردہ دل کا مالک ہوں۔

پــــه زړۀ مــې دومــره غــم انبــار دے

زۀ چــې قــدم پــه قــدم بړدم تـکـرې خورمه

مفہوم:- قدموں میں ڈگمگاہٹ ہے اس لیے کہ دل غم پنہاں سے گراں بار ہے۔

پــــه ژړا مـــــۀ راپســــې ژاړه

مـا پــه دعــا کـبنــې يــادوه مسـافـر شومه

مفہوم:- سفر پر نکلا ہوں۔ اب زیادہ رونا نہ کر۔ صرف دعاؤں میں یاد کیا کرو۔ دوست کو تسلی دے رہی ہے۔ ہر چاہنے والا دوست رونا ہی ہوتا ہے۔ باپ' بھائی' بیٹا' خاوند وغیرہ وغیرہ۔

پــــه ژړا نــــۀ درپســــې ژاړم

تــا پــه دعــا کـبنــې يــادوم ژړا راځيـنــه

مفہوم:- جواب ملتا ہے۔ میرے رونے کی وجہ جدائی نہیں۔ پر جب دعا کرتی ہوں۔ تو تیری یاد مجھے رُلا دیتی ہے۔

پــــہ ژړا هــغــــہ خــلــق ژاړی

چې د پنجرو نه ئې ساتلی طوطیان ځینہ

مفہوم:۔ وہ لوگ زیادہ روتے ہیں۔ سدھائے ہوئے طوطے پنجرہ سے اُڑ کر چلے جاتے ہیں۔ گویا جدا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بھی قریبی رشتہ دار مراد ہے۔ جن سے بچھڑ جانے کا دکھ ہوتا ہے۔

پــــہ ژړا هــغــــہ خــلــق ژاړی

چې د مجلس یاران ئې تورې خاورې شینہ

مفہوم:۔ جس کسی کا عزیز یا دوست فوت ہو جائے۔ تو احساس تنہائی کی وجہ سے رو رہا ہوتا ہے۔ گویا محفل یاران درہم برہم ہو جائے اور چاہنے والے رزق خاک ہو جائے۔ تو پسماندگان کے پاس سوائے رونے کے اور کچھ نہیں رہتا۔ وہ ہر وقت آنسوؤں بہا جا رہے ہیں۔

پــــہ ژړا هــغــــہ خــلــق ژاړی

د مینې یار چې د چا بل وطن تہ ځینہ

مفہوم :- اس کے لئے رونے کا مقام ہے۔ جن کا کوئی انتہائی قریب عزیز دیار غیر کو لوٹ کر جائے۔

پــه سپیــن میــدان بــه ورسره ځـم

زه پښتنــه لــه تــورو نــه یم مئینــه

مفہوم :- خاوند کا میدان جنگ تک ساتھ دونگی۔ افغان خاتون تلوار سے نہیں ڈرا کرتی۔

پــه سپینـــه ږیــره ډیــره مینــه

په تور پیکی مې لاس وهی خندا راځینه

مفہوم :- جب سفید ریش (خاوند) اظہار محبت کے طور میرے سیاہ زلفوں سے کھیل اور شغل رکھتا ہے۔ تو مجھے ہنسی آجاتی ہے۔ صنعت تضاد ملاحظہ ہو۔

پــه سفــر ځــه مــه خفــه کیـږه

زه پښتنــه بــه ستا پــه پت کښې ناسته یمه

مفہوم :- وقت رخصت خاوند سے کہہ رہی ہے۔ خفا مت ہو۔ تسلی رکھو۔ تیری عزت و ناموس کی پاسداری کرونگی۔ کیونکہ میں ایک افغان خاتون ہوں۔

پــه صبــر صبــر مــې زړهٔ شیــن شــو

نـور مې د صبر طاقت نشتــه مړه به شمه

مفہوم:۔صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا۔اب موت یقینی ہے۔

پـــه عـــاشـقـی کـښـې ګـنـــاه نشتـــه

چې خدائے مئین شو نو رسولﷺ ئې پیدا کړهٔ نه

مفہوم:۔عشق کا گناہ نہیں۔دیکھئے خدا نے بھی رسول کو محبوب کے طور پر پیدا کیا۔

پــه غــم شــریک جــانــان تــه وایــه

په غم کښې ډوب جانان دې ډېر ډېر یادوینه

مفہوم:۔ سیاق وسباق سے لگتا ہے کہ دو دلوں سے مہجوری حائل ہے۔جانان گھر سے غالباً ذریعہ رزق کے حصول کے سلسلے میں دیار غیر میں ہے۔جبکہ خاتون خانہ کی چار دیواری میں بند اپنے محبوب اور مطلوب کی موہوم یاد میں دل کو تسلی دے رہی ہے۔کوئی ہے جو اُسے بتا دے کہ صرف تم ہی نہیں۔بلکہ خاتون خانہ بھی اکثر وبیشتر تمہیں یاد کر رہی ہے۔

پــه غــم کـښــې تــانــه کـمــه نــه يم

کم عـقـلـه نـه يم چـې به کلی خبرومه

منہوم:- خاوند خانہ سے خاتونِ خانہ غیب میں ہمکلام ہے۔ کہ میں نے اپنا غم اوروں سے چھپا کر رکھا ہے۔ ورنہ میں ہر لحاظ سے شریک غم ہوں۔ پر اوروں پر ظاہر نہیں کر رہی۔ کہ میں دکھی ہوں۔ برابر کی دکھی۔

پــه غــم کـښــې هيـڅوک پـکـار نــه شو

په خوشـحالۍ کښې هر سړے یاری کوينه

منہوم:- غم میں کوئی بھی کسی کی رُستگاری اور دستگاری نہیں کیا کرتا۔ جبکہ خوشی میں ایسا نہیں۔ غم میں کوئی بھی غمگسار نہیں ہوتا۔ کیونکہ

غم فراق میں کون کسی کا ساتھ دیتا ہے

کہ تاریکی میں بھی سایہ جدا انسان سے ہوتا ہے

پــه لاړه ځــم تـولــه ځــنـګـيــږم

د خوبـه نـه يم د يـار غـم مـې ځنګوینه

مفہوم:- ڈگمگاتے قدموں سے راستہ طے کر رہی ہوں۔ یہ نہ سمجھا جائے نیند کا غلبہ ہے۔ بلکہ غم یار کا ہجوم ہے۔

پہ لاره ځمه سوچ کومه

چې د جانان سترګې به کوم ځائے اووينمه

مفہوم:- خیال رخ دوست نے یہ حالت بنائی ہے۔ کہ ڈگمگاتے قدموں سے راستہ طے کر رہی ہوں۔

په ليلى هر څوک مئينيږي

بخت د هغو دے چې ليلى شي پرې مئينه

مفہوم:- دستور تو یہی ہے کہ لیلیٰ پر لوگ عاشق ہوتے ہیں۔ مگر خوش نصیب وہ ہے۔ جس پر خود لیلیٰ (محبوب) عاشق ہو جائے۔

په ما څو دواړو چارې نه شي

چې يو کړې وړم بل پلو مخې ته وړمه

مفہوم:- دوست ایک ہی وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے۔ کہ پانی کا گھڑا بھی ساتھ اُٹھاؤں

اور پردہ بھی کروں۔شاید دوست اس سے پردہ کرنے کی تقاضا کررہا ہے۔ بیک وقت دونوں تقاضے کیسے پورا کرونگی۔

افغان معاشرہ میں پردہ کا رواج سخت موجود ہے۔مزید بیرون خانہ بھی خاوند کا ہاتھ بٹھانا پڑتا ہے۔

پـــه مـــا دې تــول جهـــان خبـــر کـــړو
دلبـــره اوس رانـــــه واخلـــــه لاســونـــه

مفہوم:-دوست تونے دوستی کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔اب میرا اور تیرا نبھا نہیں ہوسکتا۔

غـــم دے پـــه تـــا نـــــه وفـــادار دے
تـــه کـلـــه کـلـــه غـم دې تـل راسره ويـنـه

مفہوم:-دوست تیرا غم تجھ سے زیادہ وفادار ہے۔ وہ ہمہ وقت رفاقت دیتا ہے۔ جبکہ تو گاہے گاہے آتا ہے۔

مـــازيـــګـــرے دے بنيـــرې مـــه کـــړه
تـه بـه د نياز بنيرې کوې رښتيا بـه شينـه

مفہوم:۔وقت عصر میرے باب میں بد دعا نہ کیا کرو۔تو از راہ نیاز بطور یاد بد دعا کرو گے۔ ایسا نہ ہو۔دعا قبول ہو جائے۔کیونکہ وقت عصر وقتِ قبول دعا ہوا کرتا ہے۔

پــه مــخ دې زلــفــې راخــورې شــوې

لـکـه سپوږمۍ په وريځ کښې ډوبه ځينه

مفہوم:۔گیرہ گیرہ زلفے محبوب کے چہرے پر اویزاں ہے۔لگتا ہے۔کہ بادلوں میں چھپا ہوا چاند نمودار ہو۔اور پھر غائب ہو جاتے۔یہ منظر قابل دید اور قابل رشک ہوتا ہے۔

بقول شاعر:۔

بے محابا ہو اگر حسن تو وہ بات کہاں

چھپ کے جس شان سے ہوتا ہے نمایاں کوئی

پــه مــخ مــې اوښــکو لارې اوکــړې

چــې هــمیشــه ژړا په یار پسې کومه

مفہوم:۔آنسوؤں نے میرے چہرے پر نقوش چھوڑ دیئے ہیں۔یہ اسلئے کہ دوست کی یاد میں ہمہ وقت آنسوؤں بہاتی رہتی ہوں۔

پــــہ مـــخ مــې مـــۀ وهـــه ظـــالـمـــه

زۀ پـــه ژړا کـبنــې سـترګــې چـاتــه واړومـــه

مفہوم:- بیوی خاوند سے کہتی ہے منہ پر طمانچہ نہ مارو۔ آنسوؤں بھری آنکھیں کس کی طرف دیکھوں۔ یعنی اس معمور بستی اور ہستی میں میرا کوئی بھی نہیں۔ بے بسی اور بے کسی کی دلخراش تصویر کشی کی گئی ہے۔ مزید خاوند کی ظالمانہ رویہ کے خلاف بانگ احتجاج بھی ہے۔

جو باعث توجہ ہے۔

پـــــہ مـــخ ئـــــې پشـــم د خـــولـــو دے

عـــالـم ګـمـــان د مـرغـلرې پـرې کـويـنـه

مفہوم:- دوست کے رخسار پر موتی آسا پسینہ نمودار ہوا ہے۔ جو اصلی موتی نظر آتا ہے۔ خوبصورت اور چمکتا ہوا موتی بڑی حسین اور دل نشین تشبیہ ہے۔

پـــه مـــخـــه راغـــې مـخ دې پـټ کـړو

سیلی خو راشـه چـې دې تـولـه اووینمه

مفہوم:- سامنے آتے ہی پردہ کرلیا۔ چہرہ پر نقاب اوڑھ لیا۔ چاہتا ہوں اس اٹھا ہوا کا

جھونکا چہرے سے نقاب ہٹادے۔تاکہ۔۔۔۔۔۔۔

پـه مـخـكښـې څـم پـه روستـو ګـورم

وطـنـه وران شې د زړۀ سر مې پاتې شونه

مفہوم:۔ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا ہوں۔ کیونکہ میرا لخت جگر مجھ سے بچھڑا گیا اور میں سفر پر روانہ ہوگیا۔ازدواجی زندگی کا المیہ ہے۔پشتون معاشرہ میں رزق کی تلاش میں خاوند سرگرداں گھر سے گریزاں رہتا ہے۔

پـه مـرګ بـه دواړه سـره اومـرو

ارمـان مـې دادے چې بـه ګـوښې وي قبرونه

مفہوم:۔ کاش ہم دونوں ایک ہی وقت میں مرجائیں اور پھر دونوں کا ایک ہی قبر میں مدفن ہو۔گویا ساتھ دفن ہوجائیں۔

پـه مـرګ بـه کـوم سـړے خـفـه وي

چې څـنـکدن ئې د اشنا په غیږ کښې وینه

مفہوم:۔کون ہے جسے دوست کے پہلو میں موت آجائے۔اور پھر خفا ہو۔گویا یہ ایک

سوالیہ طرز انداز ہے۔ دوست کے پہلو میں مر جانا باعث راحت ہے۔ زحمت نہیں۔

پـــه مـرګ بـــه مـرم پـاتـې بـه نـه شـوم

ګـور تـه بـه يـوسـم سـتـا د هـجـر پـرهـرونـه

مفہوم:۔ تیری جدائی کے صدموں نے مجھے موت سے ہمکنار کر دیا۔

پـــه نـيـمـــه ژبـــه مـــې نـوم واخـلـــه

کــه د پـردی وطـن بـنـدی ووم دربــه شـمـه

مفہوم:۔ معصوم ادا سے میرا نام لےلو۔ دیار غیر میں بند ہوں۔ تو بھی حاضر ہو جاؤں گا۔

پـــه ورۀ کـنـبـــې نـيـمـــه رانـبـکـاره شـوې

زمـــا پـــه نـيـم بـدن ئـې اور اولـګـويـنـــه

مفہوم:۔ وقت رخصت دروازہ کی دہلیز تک آ کر مجھے رخصت کیا۔ میرے نیم جان بدن

میں آگ لگادی۔

پـــه نـيـمـــه ژبـــه مـــې نـوم واخـلـــه

کــه د پـردی وطـن بـنـدی ووم دربــه شـومـه

مفہوم: ۔لگتا ہے دوست کی زبان میں تتلاہٹ ہے۔کہتا ہے اسی لہجہ میں میرا نام لوگی ۔تو بھی میں آؤں گا۔اگر چہ وطن سے بہت دور قید غربت کا آسیر ہوں۔گویا مسافر

پـه اوربـل رو رو ږ مـنـځ راکـاږه

هلتـه زما د زړګی کور دے وران بـه شینـه

مفہوم: ۔زلفوں کو احتیاط سے کنگھی کر۔یہاں میرا دل پھنسا ہوا ہے۔گویا یہ میرے دل کا مسکن ہے۔ایسا نہ ہوا میرا گھر ویران ہو جائے۔

پـه وطـن جـنـګ دے پـاتـې نـه شـې

زغـمـلـے نـه شم زه د جـونـو پیـغـورونـه

مفہوم: ۔جنگ جاری ہے۔دوست پیچھے مت ہو۔مجھے اتنی سہیلیاں طعنہ دیں گی۔

پـه وطـن جـنـګ دے تـوره اوکـړه

چې پـه هـمزولـو کښې اوچته غړی ګرځمه

مفہوم: ۔جنگ میں بہادری کے جوہر دکھا۔تاکہ اپنی سہیلیوں میں سرخرو ہو جاؤں۔

پــہ وطـن جـنـگ دے ځـــان شهیـد کـہ

پــہ تــار د زلـفـو بـہ کـفـن درلــہ گـنـڈمـہ

مفہوم:۔ جنگ میں مرتبہ شہادت حاصل کرلو۔ تیرے کفن کو میں اپنی زلفوں کی تار سے سی

لوں گی۔

پـــہ ویـښـــہ ګـــران اشـنـــا رانــغـــے

پہ خوب کښې قول راکوی چې دربہ شمہ

مفہوم:۔

تا پھر نہ انتظار میں نیند آئے عمر بھر

آنے کا عہد کرگئے آئے جو خواب میں

مذکرہ ٹپہ کا یہی فلسفہ کارفرما ہے۔

پـــہ ویـښـــہ یـــو ځـلـــې رانــغـلـــې

پہ خوب کښې نخښې راکوې چې دربہ شمہ

تشریح ہو چکی ہے۔ وہی مقصد وہی فلسفہ زیست کارفرما ہے۔ تا کہ انتظار میں عمر بھر جا گتی

رہے۔ ممکن ہے۔ دوست آجائے۔ اور وہ محوِ خواب ہو۔

پـه يـارانــه دي نــه پـو هيـږم
كلـه خفا شي كلـه اوخاندي مئينـه

مفہوم:۔ گویا نا قابل فہم ہے۔ لبوں پہ مہر تبسم۔ نگاہ میں برق غضب' کوئی بتائے یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

پـه يـارانــه كبنـي داسـي كيـږی
كلـه عـاشق كلـه معشـوق مـرور شينـه

مفہوم:۔ عشق نام ہے۔ گاہے طالب روٹھ جائے اور گاہے مطلوب۔ اسی جذب وگریز کا نام عشق ہے۔ عشق اگر صبر طلب ہے۔ تو تمنا بے تاب کا بھی دوسرا نام ہے۔

عشق ہے صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

پـه يـارانــه كبنـي ضـامـن غـواړي
زه مسـافـر ضـامـن د كـومـي راولـمـه

مفہوم:۔مسافر ہوں۔وطن سے دور۔تو نے وعدہ لینا چاہا۔کب آؤں گا۔اور ساتھ ضامن بھی طلب کرلیا۔دوست میں اس غربت بھر مسافری میں کس سے کہو۔میرا ضامن بن جاؤ۔یہاں کوئی جان پہچان والا نہیں۔دوست تو نے بڑی سخت آزمائش میں رکھ لیا ہے۔ مسافری مہاجرت سوا اور ضامن کا مطالبہ جدا۔میں کس طرح سے آپ کے تقاضوں کو پورا کروں۔بتاؤ تو سہی۔میری مجبوری اور مہجوری کا اندازہ کیجئے۔

ایک ہوتا تو سی لیا ہوتا

دل کے زخموں کا کچھ شمار نہیں

تا چې په سترګو کښې ځائے راکړو

زه درله ځائے د زړۀ په کور کښې درکومه

مفہوم:۔محبت دوطرفہ شے کا نام ہے۔یک طرفہ ہو۔تو ادھورہ ہے۔ایک طرف لطف وکرم ہو۔تو دوسری طرف لامحالہ پیار کا اظہار ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو۔

معشوق سے بھی ہم نے نبھائی برابری

واں لطف کم ہوا تو یہاں پیار کم ہوا

اس طرح کہنے والے کا بھی یہی خیال ہے۔ جب تو نے آنکھوں میں جگہ دیدی۔ تو میں

نے بھی دل کا در تیرے لیے وا کر دیا۔ گویا دل میں جگہ دیدی۔

تــا چــې پــه مــخ څپيــړه راکــړه

د دلاسې سړے مې نشتــه اوبــه مرمــه

مفہوم:۔ خاتون خاوند کا مضبوط سہارا، خاوند کی دستگیری ہے۔ اگر وہ سہارا نہ رہے۔ جواب

میں بے رخی ہے۔ منہ پر طمانچہ رسید ہو۔ تو مایوسی کی وجہ سے اسے بہت جلد موت آ جائیگی۔

منہ پہ طمانچہ بے رخی اور بے قدری کی تمہید بھی ہے۔ اور انتہا بھی۔ جس کا لازمہ نتیجہ موت

ہی ہوتا ہے۔

تــا چــې پــه مــخ څپيــړه راکــړه

لــه اوښکې ډکې سترګې چاتــه واړومــه

یہی مضمون تکرار کے ساتھ ادا ہوا ہے۔

تــا خــو کــړه خپلــه وعــده مــاتــه

زه بــه پــه خپلــه وعــده ټينګــه ولاړه يمــه

مفہوم:۔تم نے وعدہ شکنی کی۔مگر میری طینت میں وفا ہے۔

ستا عاشقی به هیره نه کړم
که مې د سرو په شان شی لکه غابنونه

مفہوم:۔ایفائے وعدہ کا تکرار ہے۔

تاؤ د دوزخ به تری نه یخ وی
که په چا تاؤ د عاشقۍ تیر شوے وینه

مفہوم:۔آتش دوزخ کی وہ گرمی کہاں۔جو آتش عشق میں پائی جاتی ہے۔

تخت مې بې یاره پکار نه دے
تخته مې خوښه ده چې یار راسره وینه

مفہوم:۔یار بمعنی دوست۔خاوند وغیرہ۔اگر تو نہیں تخت شاہی بھی منظور نہیں۔اگر تو ساتھ ہی تو موت بھی منظور ہے۔

توره به نه کړې نور به څۀ کړې
چې د شودۀ د ښېنتنې رودلی دینه

مفہوم:-تو نے افغان خاتون کا دودھ پیا ہے۔ اسلئے جرات تیری خمیر میں شامل ہے۔

توره په لاس توپک په غاړه

راځه چې دواړه د کفارو جنګ له ځونه

مفہوم:- خاتون خانہ اپنے خاوند کو ترغیب دیتی ہے۔ ہم دونوں مرد و زن ملکر کفار کا مقابلہ میدان جنگ میں کریں گے۔

توره راواخله ملا بسته کړه

په وطن مهٔ پرېږده د غیرو قدمونه

مفہوم:-تلوار ہاتھ میں لیکر کمر بستہ ہو۔ دشمن کو ملک سے باہر پھینک دو۔

توره زما د پلار جامه ده

د پلار جامه په مال د دولت نهٔ ورکومه

مفہوم:- جوانمردی میری میراث ہے۔ اس پر کسی اور کا حق نہیں۔

تورې به کړې برے به راوړی

که برے نه شی ځوانان تل په تورو مرینه

مفہوم:- جوانمرد کے لیے یا تخت ہے یا تختہ۔

تۀ پـه غـزا کښې ځـان شهید کړه

زه به خپل شال ستا په زیارت اوغوړومه

مفہوم:- جہاد میں اگر شہید ہوا۔ تو اپنی چادر تیرے قبر پر پھیلا کر رکھ دوں گی۔ گویا برہنہ سر رہوں گی۔

تـۀ خـو زمـا د سـتـرګـو تـورئـې

چې رانـه لاړې زۀ ړنـده درپسې شـومـه

مفہوم:- تو میری آنکھوں کا تارہ ہے۔ اس لیے تیرے بغیر میں نابینا ہو چکی۔

تـۀ د اختـر پـه سـحـر راشـه

زه بـه در اوځـم تـورې سترګې سرۀ لاسونـه

مفہوم:- خاوند کو پیغام دے رہی ہے۔ عید کے دن صبح سویرے اپنے وطن (گھر) آ جاؤ۔ میں تیرے در دولت پر منتظر رہوں گی۔ سولہ سنگار کیئے ہوئے۔ سرمہ سا آنکھوں اور مہندی سے سرخ ہاتھوں سے تیرے استقبال کے لئے چشم براہ رہوں گی۔

تہ بر دې تہ ول رابانـدې ګران دے

زه ستا د پاره د ورو سلام کومه

مفہوم :- مخاطب خاوند ہے ۔ تیری دلداری مقصود ہے۔ خورد کلاں سب کی لحاظ رکھتی ہوں۔

تہ بر دې تہ ول رابانـدې ګران دے

ځکه دې کشر رور په غیږ کښې ګرځومه

مفہوم :- تیری دلداری مقصود ہے۔ اسلیے تیرے برادر خورد کا خاص خیال رکھتی ہوں ۔ ویسے تیرا سارا خاندان مجھے عزیز ہے۔

تکړې تکړې په کټ کښې راشي

د بې ننګۍ اواز دې رامهٔ شه مئینه

مفہوم :- مجھے یہ منظور ہے کہ دوست کا بدن زخموں سے چور جان بلب دیکھ لوں۔ مگر یہ نہیں چاہتی کہ کوئی اسے ننگ قوم کہلائے۔

تکی په تکی مو لوستلی

د مینې باب کښې دی بې شماره کتابونه

مفہوم :- کتاب محبت کا سیر حاصل مطالعہ کیا ہے۔ اس باب میں حرف بہ حرف مطالعہ کیا

ہے۔

تکی خو ډیر دی رانه هیر دی

مانه چاپیر دی د شیرین لالی غمونه

بقول شاعر غم طاہر کلاچوی :-

دانستہ پڑا دام محبت میں ہوں طاہر

ورنہ در ہستی میں پڑے دام بہت ہیں

مفہوم :- ہجوم غم سے دوچار ہوں۔ پر تیرا غم سب سے ماوراء اور جدا ہے۔ بے حد وحساب۔

جار د هغو خلقو جار شم

چې د وطن دپاره وینې تویونه

مفہوم :- قربان جاؤں۔ ان لوگوں پر جو خاک وطن کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرتے

ہیں۔ حب الوطنی کا اظہار ہے۔

جانان په خپل وطن شهید شو

په جنازه ئې فرښتې ولاړې دينه

مفہوم:۔ خاک وطن کی خاطر جانان نے جان دیدی۔ اس لیے اس کے جنازے میں فرشتوں نے شرکت کی۔ گویا دوست نے ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔

جانان تېکي راسره اوکړه

په خوشې لار کښې ئې يواځې پرېښودمه

مفہوم:۔ دوست نے دھوکہ دیا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ گویا وہ سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ غم فرقت کا اظہار ہے۔

جانان په تلو کښې دومره اووې

چې تر قیامته پورې بند شو دیدنونه

مفہوم:۔ وقت نزع ہے۔ دوست نے الوداعی کلمات کہے۔ اور کہا کہ اب قیامت کو ملیں گے۔ (کہوں، یہ لمحات قیامت صغریٰ سے کم نہیں)

جانان دې بد کړی زه به ښه کړم

بد به ئې هیر شی زما ښه به یادوینه

مفہوم:۔ جانان کی زیادتی اور برائی کا جواب نیکی سے دونگی۔ وہ سب کچھ بھول جائے گا۔

جبکہ میری نیکی اسے میری یاد دلاتی رہے گی۔

جانان زما د تن لباس دے

زه چې لباس لرې کوم بربنډه شومه

مفہوم:۔ میرا جانان میرا لباس ہے۔ میرا پردہ ہے۔ میں کیسے ترک لباس کر کے خود کو برہنہ

بدن کروں۔ یہ ناممکن ہے۔

حدیث مروی ہے کہ خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس ہے۔ پردہ پوشی کا ذریعہ

ہے۔

جانان زما زه د جانان یمه

که په بازار مې خرخوی ورسره ځمه

مفہوم:۔ جانان میری کل کائنات کا مالک ہے۔ اسکی رضا میری رضا ہے۔ وفا شعاری کا

اظہار ہے۔

جـــانـــان زمـــانـــه جـدا کيـــږي

په ګريوانه مې اوښکې ځکه درياب ځينه

مفہوم:۔ دوست جدا ہونے کو ہے۔ اسلئے دریا دریا روتی ہوں۔

جـــانـــان زمـــانـــه رخـــصتيـــږي

خلقـه رخصت ورکړم که زه ورسره ځمـه

مفہوم:۔ وہ پوچھتی ہے۔ کہ دوست رخصت ہونے کو ہے۔ اجازت دے دوں یا خود ساتھ چلوں۔ گومگو کی حالت میں خود کو مبتلا دیکھتی ہے۔

جـــانـــان دې مـــــــه مـــرور دمے

خـــلقـــه زمـا دپاره اوکـړئـی منتـونـه

مفہوم:۔ جانان مجھ سے روٹھ چکا ہے۔ کوئی ہے جو اسے مناوے۔

جـــانـــان دې حـــالـــه خبـــر نـــه شـو

څو چې خبرېږی زهٔ به تورې خاورې يمه

مفہوم :- میں کسی طور اپنے جانان کو حال دل نہیں بتاؤنگی ۔ گر چہ رزق خاک کیوں نہ ہو جاؤں۔ یعنی مرتے دم تک اس پر نا گفتہ بہ حالات ظاہر نہیں کروں گی ۔ تا کہ اسے تکلیف نہ ہو جائے۔

جانان لـه مانـه مرور دے

د اسویلو جرگـه لیږم پخلا بـه شینـه

مفہوم:- جانان مجھ سے روٹھ چکا ہے۔ اب اسے منانے کے لیے گرم آ ہیں نکالونگی ۔

جانان مې باز پـه منگل ناست دے

د زړهٔ قطرې بـه ورکوم باز بـه ساتمـه

مفہوم:- ایفائے عہد کروں گی۔ خواہ کتنی ہی قربانی مطلوب ہو۔ دوست کو باز کہا ہے۔ باز کو گوشت دیا جاتا ہے۔ وہ اس پر بھی تیار ہے۔ وہ دل کے ٹکڑے باز کو دیا کریگی۔ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرے گی۔

بقول شاعر:-

وہ جو روٹھے یا منانا چاہئے

زندگی سے روٹھ جانا چاہئے

یا قربان ! زهٔ مئینه نه یم چا دروغ وئیلی دینه

مـــر بـــه شـــي لاليـــه

مفہوم :- اے محبوب میرا مانو۔ کسی اور کی بات نہ سنو۔ کہ تیری غیر موجودگی میں، میں نے کوئی معاشقہ کیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ایسا نہ ہو۔ تم اوروں کی بات پر یقین کر جاؤ۔ تو یہ صدمہ تمہارے لئے جان لیوہ ثابت ہو جائے۔

لگتا ہے اس کا محبوب دیارِ غیر میں ہے۔ اور جب وطن واپس آ رہا تھا۔ تو کسی نے کان میں یہ بات ڈال دی ہو۔ کہ اس دوران تیری بیوی کسی غیر کے ساتھ دوستی کی پھینگس بڑھاتی رہی ہے۔ خاتون خانہ خاوند کو باور کرا رہی ہے۔ کہ یہ سب جھوٹ، مکر اور شرارت ہے۔

مـــا وئيـــل چـــې زه بـــه درتـــه ژاړم

تـا دبيـديـد نـه سترګـې سرې راؤړلـې دينـه

مفہوم :- لگتا ہے خاوند کی غیر موجودگی میں خاتون خانہ کے ساتھ زور ظلم کیا گیا ہے۔ خاتون

کا خیال تھا کہ جب وہ گھر میں دخل ہو۔ تو ضرور اپنے خاوند کو شکایت کرے گی۔ کہ اس کے ساتھ زیادتی، ظلم، زور اور بے انصافی روا رکھی جاتی ہے۔ اسلئے رو رو کر حالات تم کو بتا رہی ہوں۔ مگر جب خاوند آیا۔ تو دیکھا کہ خود خاوند آزردہ اور نمناک آنکھوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ اس لیے وہ خاموش رہی۔ اور خاوند سے کچھ نہیں کہا۔ افغان معاشرہ میں اکثر و بیشتر اس قسم کا ماحول اور معمول پایا جاتا ہے۔ گھریلو جھگڑے، لڑائیاں، شکوے، شکایتیں وغیرہ وغیرہ عام نہیں۔

جانان مې بد راسره اوکړه
عجبه دا ده چې ګيله له ما کوينه

مفہوم:- جانان نے میرے ساتھ زور و زیاتی کر لی۔ مگر الٹا شکایت کناں بھی وہ ہے۔ یہ عجب ستم ظریفی ہے۔

جانان مې دا شان ښائسته دے
چې زاهدان دده ومخ پـه رنـا ځينـه

مفہوم:- میرا جانان رخ تابان رکھتا ہے۔ اسکی روشنی سے تقویٰ دار لوگ بھی ہدایت پاتے

ہیں۔

جانان مې ګل له لاسه نه اخلی

زه د جانان د لاسه زهر قبلومه

مفہوم :۔ میرا مطلوب میرے ہاتھ سے پھول بھی نہیں لیتا۔ گویا قبول نہیں کرتا۔ مگر از راہ محبت ووفا میں اس کے ہاتھ سے زہر بھی لینے کے لیے تیار ہوں۔ باہمی سلوک میں تفاوت موجود ہے۔

جانان مې لرې د وطن ځی

که مې خبر د حاله شی راستون به شینه

مفہوم :۔ محبوب وطن سے دور چلا گیا ہے۔ اسکی غیر موجودگی میں میری جو حالت بد ہو چکی اگر اسے معلوم ہو جائے۔ تو وہ ضرور واپسی کا سامان کر دے گا۔

یہ جھوٹی تسلی ہے۔ جو اس کے لیے وجہ سکون ہے۔ اور کچھ نہیں۔

جانان مې یو تبر ئې ګڼ دے

زۀ ددې یو له مخه ټول تبر پالمه

مفہوم:-ایک خاوند کی خاطر بہت بڑی کنبہ کی پاسداری کر رہی ہوں۔

جانانه پاسه توره واخله

په وطن جنګ دے زلمی تول وتلی دینه

مفہوم:- دوست جلدی مچا۔تلوار بدست ہوکر نکل جاؤ۔ننگ وطن کی خاطر سب بوڑھے، جوان جنگ میں شمولیت کے لیے نکل چکے ہیں۔ترغیب ہے۔

جانانه ته خو داسې نه وے

د چا خبرې دې ضرور منلی دینه

مفہوم:-دوست تو کبھی بھی ایسا نہ تھا۔شاید غیر کی باتوں میں آ گیا ہے۔

جانانه ته خوشحاله اوسې

که په ما تول عمر د غم وی تیر به شینه

مفہوم:-دوست خدا تمہیں خوش وخرم رکھے۔میری ساری زندگی غم کی نذر ہو چکی یہ بھی گزر جائیگی۔سب کچھ برداشت کروں گی۔(تیری خاطر)

جانانه ځه په مخه دې ښه شه

زه پښتنه يم ستا په پت به ناسته يمه

مفہوم:- دوست الوداع۔ خیر سے رخصت ہو۔ فکر نہ کریں۔ تیری عزت وناموس کا خیال اور حفاظت کروں گی۔ اس لیے کہ میں ایک افغان خاتون ہوں۔

جانانه راشه چې سپرلے شي

زه د خزان دلاسه ډيره ستړې يمه

مفہوم:- دلدار، جدائی سے خزان زدہ ہوں۔ تم آجاؤ۔ تاکہ خزان بہار بن جائے۔ گویا دلدار کی آمد وجہ بہار بن جاتا ہے۔ اور جدائی خزان ہے۔

جانانه راشه ساه مې خيژي

په زنکدن کښې سترګې چاته واړه وومه

مفہوم:- وقت نزع ہے۔ دم آخرین اور واپسین ہے۔ اس معمورہ دنیا میں میرا کون نہیں سوائے تجھ کے۔ آجا۔ میرے لمحات کو آسان بناوے۔

جانانه ستا په انتظار کښې

ستورو ته ګورم شپه صبا راباندې شینه

مفہوم :- تیرے انتظار میں ساری رات ستاروں پر نظریں جمائی رکھی ہیں۔ یہاں تک صبح ہو جاتی ہے۔ گویا شب' شب بیداری بن گئی ہے۔

جانانه ستا په انتظار کښې

لکه د شمعې تو له شپه زه سوزیدمه

مفہوم :- تیرے انتظار میں مثل شمع ساری رات جل رہی ہوں۔

جانانه ستا دې زړه دپاره

زه خوشامندې ستا د ټول ټبر کومه

مفہوم :- خاوند ! تیری خاطر کے لیے سارے خاندان کو خوش رکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

جانانه ستا د زړهٔ دپاره

پرې په غاړه به د مورو پلار له ځمه

مفہوم:- تیری خاطر غلام بن کر تیرے والدین کو راضی کر رہی ہوں۔ گردن میں رسی ڈال کر یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں بے درم او بے زر خرید غلام ہوں۔

جانانہ ستا د زړهٔ دپاره

د پلار وهل د مور خبرې تیروومه

مفہوم:- تیری خاطر عزیز ہے۔ اسلئے تیرے والدین کی ناکردے بَرداشت کر رہی ہوں۔ تیرے والد کی مار پیٹ اور والدہ کی طومار برداشت کر رہی ہوں۔

جانانہ ستا د زړه دپاره

ما مور و پلار، خوېندې وروڼه پرېښودلی دينه

مفہوم:- تیرے لیے میں نے اپنے خاندان کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اشارہ ہے۔ کہ میں۔ اپنا سہارا تیرے لئے ترک کر دیا ہے۔ اب تم میرا خیال رکھنا۔ ازدواجی معاشرت کی دیکھ بھال تیری ذمہ داری ہے۔

جانانہ ستا نوم پکښې لیک دے

لوح و قلم پہ تا وئیلی درودونہ

مفہوم:- اشارہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کہ لوح وقلم پر آپ کے لئے درود شریف رقم ہے۔

جانانه تانه ګیله نه کړم

زه ګیله من خپل نصیب دلاسه یمه

مفہوم:- دوست تجھ سے کوئی شکایت نہیں۔ مجھے اپنی قسمت سے گلا ہے۔ کہ اس نے مجھے ایسے دن دکھائے۔ جو نا قابل بیان نا قابل برداشت ہیں۔

جانانه سرې سترګې کا پورته

دګلو لښته دې په سر ولاړه یمه

مفہوم:- جانان ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھو۔ میں تیرے سرہانے پھول جیسی شاخ کھڑی ہوں۔

جانانه غم دې دومره خوږ دے

چې د دنیا خوارۀ ئې خوږې ایرې کړینه

مفہوم:- تیرا غم دل نشین اور شیرین ہے۔ اس کا کوئی مثل ومثال نہیں۔ اس کے مقابلے

میں دنیا جہاں کی ساری مٹھاس ہیچ ہے۔

جانانه لاړې آسمانی شوې
آسمان چې زمکې له راځی قیامت به وینه

مفہوم :- قیامت کا خوبصورت توضیح اور تشریح کی گئی ہے۔ مزید طوالت مہاجرت کا بھی حسن وخوبی کے ساتھ ذکر ہے۔ کہ تو عنقا ہو چکا ہے۔ قیامت تک تیرا ملنا ممکن نہیں۔

جانانه لاړې سوداګر شوې
دولت مې نشته بیلتون پاتې راوستمه

مفہوم :- دوست، میری تنہائی اور جدائی کی وجہ تنگی معاشرت ہے۔ اس مجبوری نے تجھے مجھ سے بچھڑ دیا۔ تو دیار غیر کے لئے بغرض تجارت اور حصول معاش روانہ ہوا۔

ځان به په سل ځایه قطرې کړم
وطنه تا به د دښمنه ژغورمه

مفہوم :- وطن وملک کی پاسداری کے خاطر خود کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ دشمن کا ہر سو ہر صورت مقابلہ کروں گا۔

ځان دې پښتو په ځائے کښې مړ کـه

چې عاشقان دې په تاريخ فخر کوينه

مفہوم:- غیرت پر خود کو قرباں کر۔ تا کہ محبان وطن میں شمار ہو۔

ځان د وطن په ننګ شهيد کا

چې پښتنې جونه دې هر وخت يادوينه

مفہوم:- وطن کی خاطر خود کو قربان کر۔ تا کہ افغان خواتین بھی تیرے لیے رطب اللسان

ہوں۔

ځائے دې داغلو پکښې نشته

ناصحه څه ته داغوې داغلی زړونه

نہوم:- دل سارا داغدار ہو چکا ہے۔ واعظ تو عبث ترک عشق کی نصیحت کرتے ہو۔ اب

ںا پر مزید داغ رکھنے کی گنجائش نہیں رہی۔ گویا نصیحت کارگر نہیں ہوسکتی۔

څکه مې اوښکې ياقوتې شوې

يار مسافر دے د تحفه وراستومه

گوہر اشک سے لبریز ہے۔ سارا دامن

آج کل دامن دولت ہے ہمارا دامن

مفہوم :۔ موتی جیسے آنسوؤں دوست کی فراق میں رواں ہے۔ اور جو بطور تحفہ برائے دوست محفوظ ہے۔

ځکه مې تول بدن سوزیږی

چې ما اشنا یاری کښې زهر ځښلی دینه

مفہوم:۔ سارا بدن سوزان فراق سے متاثر ہے۔ لگتا ہے۔ میں نے فراق کا زہر پیا ہے گویا غم فراق ہے۔

چې په تدبیر کښلې نه وه

تقدیر مې وران کړه تدبیر واړه وومه

مفہوم:۔ تدبیر کند بندہ۔ تقدیر زند خندہ۔ تدبیر نہیں تقدیر ہی سے کامیابی ملتی ہے۔

روحانی ٹپے (سوی اسویلی)

آہِ آتشین

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ

کہ میں ہوں محرم راز درون میخانہ

چاتــه بــه تور چاتــه بــه سپین ئـې

مــاتــه د زرو کټــورے ښـکارې مـئـیـنـه

تجھکو جو خاک ہے مجھکو زر ہے

آدمی آدمی کی نظر ہے

مفہوم:-کوئی تجھے کالا' سیاہ کہے یا سمجھے۔ مجھے تو سفید اور صاف لگتے ہو۔قیمتی جیسے سونے کا برتن۔

چــاتــه مــې بـد رسـولـی نــه دی

زه خپل ښائست د هر سړی دښمنه کړمه

مفہوم:- میں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔تو بھی ہر شخص میرا دشمن ہے۔شاید یہ اسلئے کہ میں حسین ہوں۔یہی میرا قصور ہے۔

اے روشنی طبع تو بر ما بلا شدی

چـې اسـویـلـی کـوم دا وایـم

اوس بـه د زمکې پـه سر اور اولګـومـه

مفہوم:- جب آہ کرتا ہوں۔ سمجھتا ہوں زمین جل جل جائیگی۔

کروں جو آہ زمین و زمان جل جائے

سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جائے

(میر)

چـې اور بـلـیـږی لـمـبـې خیـژی

دا بـې لـوګـی لـمـبې زمـا د تـنـه ځیـنـه

مفہوم:- آگ لگتی ہے۔ تو شعلہ بلند ہوتا ہے۔ مگر میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے۔

دھواں تک نہیں نکلتا۔ کیونکہ آتش نہاں میں مبتلا ہوں۔

چـې اوږه نـه خـوری بـوئـیـن تـرې نـهٔ ځی

چې مـئین نه وے ځوک پرې نه ږدی تهمتونه

مفہوم:- بے وجہ رسوائی نہیں ہوتی۔ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ یہ سب کچھ محبّ کا شاخسانہ

ہے۔ عشق نے رسوا کر دیا ہے۔

انگریزی میں مقولہ ہے:۔

"There is a root to every Scandle"

بقول غالب:۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

چې بې اجله مرګ نشته

جانانه بنه توره کوه چې نوم دې شینه

مفہوم:۔موت کا ایک دن مقرر ہے۔ دوست' خاوند خوب جیداری کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑو۔ اور خوب مردانگی کے جوہر دکھادو۔ تاکہ نام آور ہو جاؤ۔

بیوی کی ترغیب خاوند کے لئے باعث التفات ہے۔ جس کی نظیر شاید کہیں مل جائے۔ یہ صرف اور صرف افغان خاتون کا نظریہ حیات اور نظریہ جنگ ہے۔

چې پښتو وائې پښتو نه کړی

ژبه ترې پريکړئ چې پښتو پرې نه وائينه

مفہوم:۔ پشتو بولی بولنے والا اگر غیرت مند نہیں۔ تو بہتر ہے کوئی اس کا زبان کاٹ لے۔

تا کہ پشتو بولی نہ بول سکے۔

نوٹ:۔ پشتو بولی اور غیرت باہم مترادف الفاظ ہیں۔ گویا پشتون اور غیرت لازم ملزوم

ہیں۔ دنیائے یورپ میں کوئی زبان غیرت کا ہم معنی نہیں۔ یہ صرف پشتو زبان ہی ہے۔ جو

غیرت کا تقاضا کرتی ہے۔

چې په چا فضل د خدائے اوشی

هغه کار اوشی چې په خيال کښې نه راځينه

ہوم:۔ خدا کے فضل و کرم سے ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرف سے وصیلہ مہیا

جاتا ہے۔ جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

ستدرجهم ما ليس لا يعلمون٥　(القرآن)

چې په هر لوري ئې قدم وي

ستا دې قسم وي زمکې اوسپړه ګلونه

مفہوم:- دوست جہاں قدم رکھتا۔ پھول اُگ آتا۔

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتا ہوں

خیاباں خیاباں ارم دیکھتا ہوں

چې په جنګ په شا راغلې

کور دې ځائے نشته قبرستان له ځه مئینه

مفہوم:- پیغور ہے۔ خاوند کے لئے۔ خاتون خانہ کی طرف سے میدان جنگ کو چھوڑ کر گھر آنے کا قصد کرلیا۔ اب تیرے لیے گھر میں جگہ نہیں۔ تیرا مناسب ٹھکانہ قبر ہی ہے۔ گویا ننگ وطن کے بغیر موت اچھی۔

چې ته راځې په ما رنا شي

چې ته روان شې په ما توره تیاره شینه

مفہوم:- وصال دوست میرے لیے روشنی ہے۔ جدائی جانان میرے لیے اندھیرا ہے۔

گویا تو میری راحت اور زحمت کا باعث ہے۔

چې جانان مرې مائې کفن کړې

چې يو لحد کښې سره دواړه خاورې شينه

مفہوم:۔میری خواہش ہے کہ دوست کے ساتھ مجھے بھی ساتھ دفن کیا جائے۔دوست کے بغیر میری زندگی بے معنی ہو کر رہے گی۔

چې خدائے به څه راسره اوکړي

ما په دنيا ځان ته اغزی کرلی دينه

مفہوم:۔کس بے باکی کے ساتھ اپنے اعمال شنیعہ اعمال قبیحہ کا ذکر کیا ہے۔اور شامت اعمال کا نتیجہ بھی بتایا ہے۔گویا ہے کہ میں نے عمر بھر کانٹے بوئے ہیں۔قیامت کے دن ضرور مجھ سے باز پرس کی جائیگی۔

رحمان بابا فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں۔

اغزی مه کره د بل سړی په لار کښې

هسې نه چې په دغه لار دې ګزار شي

چې دې اشنا په کوڅه راشم

لکه ماشوم په بیرته ګورم مخکښې ځمه

مفہوم:۔ دوست کی گلی پر جب گزر ہو۔ تو مڑ مڑ کر پیچھے کی طرف بار بار دیکھتا ہوں۔ طفل خورد سالہ کی طرح۔

اس امید کے ساتھ کے شاید رخ زیبا نظر آئے۔ گویا موہوم سی اور معصوم سی خواہش ہے۔ جو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبوب/ دوست گھر کی چار دیواری میں مقید ہے۔ اور ثقافتی پابندیاں بڑی سخت ہیں۔ خاتون خانہ کا گھر سے نکلنا محال ہے۔ وہ بھی اپنی خواہش براری کی خاطر۔

چې د ایاز په مخ شیدا شۀ

محمود باچا د غلامانو غلام شونه

مفہوم:۔ ایاز بادشاہ وقت تھا۔ محمود ان کا غلام۔ مگر جب محمود آیاز کے حسن کردار پر عاشق ہوا۔ تو بادشاہ اور غلام کا فرق مٹ گیا۔ حضرت اقبال نے بھی استعارے کے طور پر اپنے کلام میں محمود و آیاز کا تذکرہ کیا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و آیاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

معلوم ہو۔ محبت میں آقا اور غلام کا فرق مٹ جاتا ہے۔

چې د حسن نمر ښکاره شو

زما د صبر جام نسکور اولګیدمه

مفہوم:۔حسن سے مراد حسنِ مجسم محبوب مراد ہے۔ دوست کا رخ زیبا نمودار ہوا۔ میرے صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے توبہ توڑ دیا۔ گویا طالب کا دل بے قابو ہوا چاہتا ہے۔ اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا۔ اور اظہار محبت ہو ہی گیا۔ جسے عمر بھر وہ صیغۂ راز میں رکھا ہوا تھا۔

چې دې د مخ شغله ښکاره شوه

زما د زړه په مانړۍ اور اولګیدنه

مفہوم:۔رُخ تاباں اشکارا ہوا۔ تو میری تن بدن میں آگ لگ گئی۔

چې د دیدن نصیب ئې نه وی

په یوه کوڅه کښې سره وړاندې وروستو ځینه

مفہوم:- طالب و مطلوب و مغلوب ایک ہی محلہ/گلی کے باسی ہیں۔ اتفاقاً دونوں کا قریب سے گزر بھی ہوا۔ مگر آداب ثقافت مانع رہی۔ نہ ہم ایک دوسرے سے ملاقات کر سکے نہ بات چیت۔

؎ یہ بھی آدابِ محبت نے گوارا نہ کیا

ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

چې درته ګورم ژړا راشي

چې درته نه ګورم فراق مې ژړوینه

مفہوم:- سامنے ہو۔ دوران ملاقات آنسوؤں بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اور جب تم نہیں ہوتے۔ تو جدائی کا صدمہ مجھے رونے اور لانے پر مجبور کرتا ہے۔ گویا رونا میرا مقدر ہو چکا ہے۔

چې د زړه باغ مې پرې آباد وو

هغه مالیار بیلتون بندی د عمر کړمه

مفہوم :- دوست تو میرے باغِ کائنات کے لیے مالیار تھا۔ مگر تو نہ رہا میری دنیا اجڑ گئی۔

فرقت غم کا اظہار ہے۔

چې د ماښام ستورو ته ګورم

په تصور خبرې یار سره کومه

مفہوم :- سر شام ستارے نکل آتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر تیرے ساتھ تصور میں محو گفتگو ہو جاتا

ہوں۔

تیرا تصور شب ہمہ شب

خلوتِ غم بھی بزم طرب

محاکاتی شعر ہے۔ طالب و مطلوب کا رشتہ قرب کس حسین پیرایہ میں بتایا گیا ہے۔ قرب

ولید کا فرق بتایا گیا ہے۔ گویا جب عشق خاص مقام پر پہنچ جائے۔ تو فاصلے ہٹ جاتے ہیں

کٹ جاتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں۔

چې دیارې د مخې نه وې

ماته د ولې د بنړو لاندې اوکاتنه

مفہوم:- جب تم یاری کا یارا نہیں رکھتے تھے۔ تو کیوں مجھے نیم باز آنکھوں سے دیکھا۔

وضاحت:- دوست نیم وا آنکھوں سے میری طرف متوجہ ہو۔ ایک ہی دید میں، میں دوست پر فریفتہ ہوا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ محبت کے سنگین تقاضوں کو نبھاہ نہیں سکتا۔ وہ رسوائی کے خوف سے مجھ سے کشاں اور گریزاں رہتا ہے۔ شاعر نے اس ساری تفصیل کو دو مصرعوں میں حسن خوبی کے ساتھ ادا کر دیا ہے۔ اور بڑی حسن کاری کے ساتھ ادا کیا۔

میر سخن، میر تقی، میر بھی خوب فرماتے ہیں۔ اور جادوئے نظر کا اثر ظاہر کیا ہے۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

چې راپـه یـاد شې خپلـه یـاره
دیوال تـه شـا کړم زړه کنبې پـټـه اوژاړمـه

مفہوم:- جب تو یاد آتا ہے۔ تو میری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ دوست دیار غیر میں

ہے۔ صرف اس کا تصور باقی ہے۔ جس سے دل بہلایا جاتا ہے۔ تو بھی یاد ماضی عذاب

بن کر میں یکسو ہو جاتی ہوں۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر چپکے چپکے رو پڑتی ہوں۔ لمحات

فرقت کا ذکر ہے۔ اکثر و بیشتر افغان معاشرہ میں از دواجی زندگی ذریعہ زیست اور روزگار

کی تلاش کی نذر ہو جاتی ہے۔ غربت ہے۔ عسرت ہے۔ اور مفارقت اس پر مستزاد۔ اس

سے بہتر عکس بندی ممکن نہیں۔

چې ستا ډولۍ رابانديٍ راوړې

لکه يتيم د ديوال خوا ته اودريږمه

مفہوم:۔ جب تیری رخصتی ہو رہی تھی۔ تیری ڈولی کو قریب سے دیکھا۔ تو میں ایک طرف

ہو گیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بے بسی کی حالت میں محو نظارہ تھا۔

تبصرہ:۔ کرب ناک صورت حال سے دوچار ہے۔ زندگی کا سودا ہو چکا ہے۔ مایوسی' اداسی

اور بے بسی کا بسیرا ہے۔ وہ اس بے بسی' بے کسی میں تماشائے اہل کرم دیکھتا رہ گیا۔ لمحات

جدائی کی اس سے بہتر منظر کشی ناممکن ہے۔

چې سر قربان په وطن نه کړي

هغه زلمے دې اباسين كښې لاهو شينه

مفہوم :- اگر کسی میں جذبہ حب الوطنی ناپید ہے۔ اور وطن کی خاطر خود کو قربان کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ ایسے جوانوں کو اباسین کی لہریں بہا کر لے جائے۔ تو بہتر ہے۔ گویا وہ دریا بُردہو جائے۔

چې ماسخوتن شي زړه مې تنګ شي

بړستن کفن شي کټ مې ګور شي ورله ځمه

مفہوم :- ماسخوتن وقت خفتن ہوتا ہے۔ رات کا اندھیرا چھا جائے۔ تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ اپنی چارپائی کی طرف بڑھتا ہوں۔ تو چارپائی مثل قبر/گور معلوم ہوتا ہے۔ اور لحاف کفن۔ میرے لئے ساری رات باعث کوفت بنتی ہے۔ یہ اسلئے کہ رات کے وقت دوست سے ملنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ یا ممکن ہے۔ وطن سے دور۔ دیار غیر میں دوست کی یاد رات کے وقت ستانے لگتی ہے۔ اور یاد ماضی مزید ستانے لگتی ہے۔ عموماً ازدواجی زندگی تلاش روزگار کی نذر ہوجاتی ہے۔ مرد بال بچوں کو چھوڑ کر ذریعہ رزق کی خاطر زندگی کا بیشتر حصہ دیار غیر میں گزارتا ہے۔ اور تنہائی کے صدمے رہتا ہے اس کے لیے سامان عیش بھی سامان نیش بنتا

۷۔ خواب وخوراک سب معطل ہو جاتے ہیں۔

چې مې باور وربانديې ډېر وو

هغه جانان د زړه په سر راکړۀ داغونه

مفہوم:۔ وہ میرا سہارا تھا۔ مگر وہ مجھے چھوڑ کر مجھ سے جدا ہو گیا۔ گو فوت ہوا۔ مجھے ایسا لگا کہ جدائی کا صدمہ ہتھوڑا بن کر دل پر لگا۔

چې مې پرون د وصال ويش وو

ما ليونی کچکول په ستې نيولې وونه

مفہوم:۔ دیدار عام تھا۔ بازار وصل لگا ہوا تھا۔ صدائے عام تھا۔ پر میں خلل دماغ کی باعث موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ میں اس درویزہ گر کی طرح تھا۔ جو اپنا کچکول الٹا رکھے۔ تو کون اسمیں خیرات وصل ڈالدے گا۔ یہاں اپنی کم اندیشی کا ذکر ہے۔

چې مسافر شې بيا به راشې

د تورو خاورو مسافر کله راځينه

مفہوم:۔ استفہامیہ طرز کلام ہے۔ مسافر ہو۔ تو امید کی جاتی ہے۔ کبھی تو اپنے گھر آ جائے

گا۔ مگر سفرِ آخرت پر کوئی جائے۔ تو واپسی ناممکن ہے۔ لگتا ہے۔ مطلوب کا خاوند فوت ہو چکا ہے۔ اور بیوی بین کرتی ہے۔ روتی ہے۔ آہ و بکا کرتی ہے۔ ''اپنی مایوسی اور اداسی کا اظہار ہے''۔

چې مې خپل نبض ورښکاره کړه
طبیب اخستې شکرانه راپستنه وینه

مفہوم:۔ طبیب میرے مرض کا ادراک نہ کر سکا۔ تشخیص مرض نہ کر سکا۔ چنانچہ انہوں نے شکرانہ (اُجرت) واپس کر دی۔ یہاں دو رائے پائے جاتے ہیں۔ یا تو مرض نا قابل تشخیص ہے۔ یا لا علاج مرض ہے۔ بہر حال طبیب نے وصول کی ہوئی رقم واپس کر دی۔ یہاں مریض کی حالت قابل دید ہوتی ہے۔ مایوسی کی انتہا ہے۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اسکی دیکھا چاہئے

(غالب)

څنګه به نه ژاړم عالمه

نن د اسونو په ځائے خرۀ تړلی دینه

مفہوم:- جہاں گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ اج وہیں گدھوں کا مسکن بن چکا ہے۔ گویا

نااہل قابض ہو چکے ہیں۔ اسلئے دریا دریا رونے کا مقام ہے۔

ایک ناخواندہ مجذوب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ځائے د بلبلانو اوس ګرګس نیولے دے

مخ دې ګس نیولے دے

مفہوم:- بلبل کے مسکن میں ٹاپوس گمر گرس نے بسیرا بنا دیا ہے۔ اسلئے آج بڑا کبیدہ خاطر

ہوں۔

څو چې سینه په اغزو نه رږدې

تر هغې نشته دوصال د باغ ګلونه

مفہوم:- جب تک کانٹوں سے گزر نہ کرو۔ جب تک باغ وصل تہ رسائی نہیں ہو سکتی وصل

تک رسائی آسان کام نہیں۔ یوں کوئی کانٹوں سے دامن بچاتا ہے۔ گل بدامن ہونا ممکن

نہیں۔

ښوک بـه زمـانـه مـالـدار نـه وی

کـه خرڅیدلے پـه پیسـو دیار غـمـونـه

مفہوم:۔غم یار بازار میں بکاؤ مال ہوتا۔تو آج دنیا کا امیر ترین شخص میں ہوتا۔

د مســـــافـــر لالـــی دپـــاره

تـلـی مـې سـوزی پـه غـرمـو ولاړه یـمـه

مفہوم:۔دوست کی انتظار میں دھوپ پہ کھڑی تلوے زخمی ہو چکے ہیں۔گویا ساری زندگی

اسی انتظار کی نذر ہو رہی ہے۔

ښـوک چـې پـه صـدق مسـلـمـان وی

پـه اشاره د آسـمـان نمر راکوزه ویـنـه

مفہوم:۔مومن کے لیے آسمان سے سورج نیچے اتارنا مشکل کام نہیں۔وہ صرف اشارہ کرتا

ہے۔اور پھر کام ہو جاتا ہے۔

اقبال کی شاعری کا پورا فلسفہ اسکی تائید میں ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

زمین و آسماں کرسی و عرش

خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسمان گو بے کراں کیا تھا میں

بابا رحمٰن :-

چې په یو قدم تر عرشه پورې رسي

ما لیدلے دے رفتار د درویشانو

خوک چې غیرت په دنیا خوښ کړی

هغه په چیګو سترګې عمر تیروینه

مفہوم:۔جس کسی نے غیرت کو اپنا شعار بنایا ہو۔وہ عمر بھر سر اونچا رکھے گا۔صاحب غیرت صاحب عزت ٹھہرا۔

؎ غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں

پہناتی ہے درویش کو تاج سرِ دارا

خیرې ګریوان مه کړځه یاره

عالم به وائی مئین به په چا وینه

مفہوم:۔چاک گریبان مت ہو۔عشق رسوا ہو جائے گا۔تیری محبت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

حال د زړه ویلو لائق نه دے

پرې پرده چې کور ته ئې امانت اورسومه

مفہوم:۔حال دل بیان کرنے سے رہا۔کیونکہ عشق ایک امانت ہے۔اسے صیغہ راز میں

رکھا جاتا ہے۔ اگر ظاہر ہو جائے۔ تو دوست کی رسوائی ہوتی ہے۔ میں نے تہیہ کر رکھا ہے۔

راز محبت کو قبر تک انانت کے طور پر ساتھ لوں گا۔ اور مرتے دم تک کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔

مکرر فرماتے ہیں:

دور بیٹھا غبار میر اس سے

عشق بن یہ ادب نہیں آتا

اداب عشق کا تقاضا ہے۔ کہ اسے صیغہ راز میں رکھا جائے۔

حســن دي دومــره غـلبــه دے

چې ستا د حسن نمر سپوږمی رڼا کوینه

مفہوم:۔محبوب حقیقی سے مراد ہے تیرے حسن کے شعلے کے حضور آفتاب ومہتاب روشن

ہوئے ہیں۔ جب تو نمودار ہوا۔ دنیا سے اندھیرا چھٹ گیا۔ کفر کا خاتمہ ہو گیا۔ نور اسلام

پھیل گیا۔ ہر سو ضوفشانیاں وجود میں آ گئیں۔ کفر کا گھپ اندھیرا اسلام کی شعلہ جوالا کے

باعث چھٹ گیا۔ دنیا اسلام سے بقعہ نور بن گیا۔

رات مجلس میں تیرے حسن کے شعلے کے حضور

شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کوئی نور نہ تھا

پرتو رخ کے کرشمے تھے سر راہ گزر

ذرے جو خاک سے اٹھے وہ صنم خانہ بنے

محفل تھی۔روشنی نہ تھی۔رات تھی کفر تھا۔مگر اسلام کی روشنی نے رات کو اجالے میں تبدیل کیا۔کائنات کا وجود سرزد ہوا۔فرشتوں میں غلغلہ الامان مچا۔کہ حضور تشریف فرما ہوئے۔

حسن یوسف ئې مثال نه دے

زمونږ نبی مثال د حسن نه لرینه

حسن یوسف، دم عیسٰی ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مفہوم:۔واضح ہے کہ حضورﷺ پرنور کا مثل مثیل نہیں۔

نوٹ:۔افغان معاشرہ میں عشق، محبت، محبوب، اشنا، یار، جانان، دلدار اور سا نوع کے دیگر

الفاظ کا معنی اور مفہوم وہ نہیں ہوتا جو اردو ادب فراہم کرتا ہے۔ حضرت اقبال نے اس ابہام کو دور کردیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفٰی
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

قرآن پاک میں بھی ان کی مثالیں موجود ہیں فرمان خداوندی ہے کہ کلام الٰہی مین دو قسم کے آیات ہیں۔ محکمات' مشبہات ۔ حکم ہے ۔ جہاں اشتباہ ہو۔ وہاں محکمات کی طرف رجوع کیا جائے۔ چنانچہ ہر جگہ عشق سے مراد خلل دماغ کا نتیجہ نہ کہا جائے۔

پروفیسر شمشیر علی خان
کی قلم کاری پشتو ٹپے کی ''ابیاری''

حرف کے دیپ اندھیروں میں جلانے کے لئے
ہم قلم کار نہ آتے تو پیمبر آتے

ادیب اور پیمبر انسانیت کے بہی خواہ ہیں۔ ادب انسان کو محبت سیکھانے کا سلیقہ اور طریقہ سیکھاتا ہے۔ ''ٹپہ'' پشتو ادبیات کی مقبول ترین اور شیرین ترین صنف ہے۔ یہ پشتو نظم کی بنیادی اکائی ہے یہ نہ صرف قدیم ترین صنف ادب میں شمار ہے بلکہ اس کی افادیت اور فوقیت دور جدید تک مسلم ہے۔ درحقیقت پشتو ٹپے میں ایک جہان معنی پوشیدہ اور خوابیدہ ہے۔ پشتو ٹپہ کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں اور نہ کسی خاص دور تک محدود ہے۔ بلکہ

ضرب الامثال کی طرح لازوال ابدیت کی حامل ہے۔ معاشرے پر تنقید' طنز و مزاح اخلاقیات تصوف' رسم و رواج' تاریخ و فلسفہ غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ اس کے قلمرو میں شامل اور موضوع سخن ہے۔ اس کی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر ادیبوں' دانشوروں' محققین نے ٹپے کے مختلف پہلوؤں پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ پروفیسر شمشیر علی خان صاحب کی یہ تازہ ترین کاوش اور تخلیق اس سلسلے کی خوش آئند کڑی ہے۔ موصوف اردو ادب کے استاد رہ چکے ہیں۔ اردو زبان پر مہارت نامہ رکھتے ہیں اور پشتو ادب سے والہانہ اُنس و محبت رکھتے ہیں۔ اب جبکہ درس و تدریس سے فارغ ہو چکے ہیں لیکن تحریر و تخلیق سے فارغ نہیں ہوئے۔ اس کا قلم رواں دواں ہے۔ اپنے اسی دعوے کے ثبوت میں ان کی تخلیقات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

(1) بن باس ۔ تاریخ بنوں وافغان دو جلدوں میں

(2) بنوں نامہ متلونہ مثالونہ

(3) آپ بیتی مصنف کی سوانح حیات و سرگذشت

(4) مہمات کلام رحمان ۔ رحمان بابا کے کلام پر تبصرہ

(5) دمروتو کسرونہ تبصرہ

(6) رشماتِ شمشیر خطوط وغیرہ

(7) زیرِنظر کتاب پشتو ٹپہ پر تنقید وتبصرہ۔

موصوف کی جملہ تخلیقات پر ادیبوں' شاعروں نے ادبی محفلوں میں تبصرے کئے ہیں۔ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اخبارات و جرائد میں بھی ان پر کالم شائع ہوئے ۔ آپ کی تخلیقات کو بے حد سراہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بیشمار اوصاف سے نوازا ہے۔ ان تخلیقات نے ادبی حلقوں میں ان کی شخصیت منوالی ہے۔ آپ کی ہر تخلیق میں ایک اصلاحی جذبہ کارفرما ہے۔ معاشرے کے دکھ درد میں اشتراک اور اصلاح احوال کی جانب اقدامات' پشتون معاشرے کی زبون حالی اور اغیار کے ہاتھوں پشتونوں کے ساتھ نازیبا سلوک وغیرہ آپ کا موضوع خیال رہے ہیں۔ اس کا اظہار کبھی پوشیدہ کبھی برملا کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر آپ محبّ وطن ہیں اور دشمنانِ ملک وقوم سے شدید نفرت رکھتے ہیں۔ آپ کی ان تخلیقات میں اردو اور پشتو دونوں زبانوں کے پڑھنے والوں کے لئے مفید اور کارآمد معلومات فراہم ہیں۔ دونوں زبانوں کی بیش بہا خدمت

ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف عرصہ دراز تک رو بہ صحت رہے۔ تاکہ علم و ادب کی ترویج و ترقی میں آپ کا یہ جذبہ اور سعی قائم و دائم رہے۔

آمین ثم آمین

ممتاز علی خان ممتاز

ریٹائرڈ پرنسپل محکمہ تعلیم

طارق محمود دانش کی ایک ازاد نظم جن کا عنوان سپینہ تیارہ ہے۔ کا

آزاد ترجمہ اور خلاصہ پیش خدمت ہے۔ مصنف

شب گزیدۂ سحر

شاعر تخلیق پاکستان کا پس منظر پر اظہار خیال کرتا ہے۔ مؤرخ پاکستان سے کہتا ہے۔ تو نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر کے تخلیق پاکستان کا ماخذ ایک شاعر کا خواب وخیال قرار دیا۔ اور قائد کی تکرار اور حکومت وقت کے وقار کا نتیجہ ثابت کیا ہے۔ تو نے عہد ماضی کی غلامی اندھیری رات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جہاں زندگی مجبور اور مقہور تھی۔ زبان بندی اور تعدی ظلم وجور کا راج تھا۔ جرات اظہار کی توفیق کسی میں نہ تھی۔ انہیں حالات میں ایک شاعر کے خواب کو باکمال قائد نے تعبیر کا جامہ پہنایا۔ اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ گویا شمع آزادی روشن ہوئی۔ اس مؤرخ کے اس رویے اور نظریئے سے شدید اختلاف رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ آزادی کا تحفہ مفت میں نہیں تھا۔ نخل آزادی خون کی آب یاری چاہتا ہے۔

آزادی کئی سالوں وہ بھی محض زبانی کلامی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے حصول کے لئے صدیاں اور بے شمار قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔

دانش توجہ مبذول کراتا ہے۔ کہ سپینہ تنگی میں مجاہدین کی بکھری ہوئی لاشیں، سرزمین سپینہ تنگی شہیدوں کے خون سے لالہ زار اور گل وگلزار ہوئی۔ حاضر گواہی دے رہے ہیں۔ جنگ پلاسی سے لیکر 1857ء کی جنگ آزادی اور تحریک ریشمی رومال کے صلے میں ہماری بہنیں اور بھائی خون آشام صورت حال سے دوچار ہوئے۔

اے مؤرخ تونے یہ سب قربانیاں نظر انداز کر کے تخلیق پاکستان کو محض ایک خواب کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ یہ تو مجذوب کی بڑ اور برہنہ بے انصافی ہے۔ اور تاریخ آزادی سے بیگانہ وشی کا ایک شاخسانہ ہے۔

دانش مزید کہتا ہے۔ اے مؤرخ اپنے کسی قائد اور رہبر سے کہہ دیجئے۔ کہ وہ کشمیر اور فلسطین کی آزادی کے لیے بھی کوئی ایک خواب تو دیکھ لے۔

دانش کے بقول جنگ آزادی اب بھی جاری ہے۔ کیونکہ آزادی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ ملکی وسائل اور وقار پر اغیار کا اختیار ہے۔ جغرافیہ آزاد ہوا ذہن وضمیر، دل ودماغ غیر کے پاس

اب بھی رہن ہے۔ اندرونی اور خارجی امور اغیار کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

نوٹ:- شاعر سے مراد حکیم الامت ڈاکٹر اقبال جبکہ قائد سے مراد قائد اعظم ہیں۔

مصنف

سپينه تيارۀ

ملګريه ! اودريږه خبره واؤره

تا خو د تورې تيارې ذکر اوکړو

ته خو پنځوس کاله ماضی ته لاړې

پنځوسو کالو ته دې فکر اوکړو

تا خو په کلکه دا خبره اوکړه

دا چې د نن نه پنځوس کاله مخکښې

د يو ظالم نظام قبضه وه دلته

انسانيت وو ډير بد حاله مخکښې

دلته انسان د بل انسان وو غلام

دلته انسان ته انسان نهٔ وئيل چا

دلته انسان ته انسان لرې قصه

له پرې ځان ته هم ځان نهٔ وئيل چا

دلته د حق دپاره حقه قصه

کول په خيال کښې هم حق نهٔ وو د چا

دلته په خپل اختيار د ساه اخستو

په هيڅ حال کښې هم حق نن وو د چا

تا خو دا اووې چې د ظلم خلاف

دلته د چا نهٔ خوزيدله ژبه

چې خوزيدله بل علاج ئې نه وو

هغه ساعت به پرېکيدله ژبه

تا خو دا اووې چې د ظلم لمبې

چې انتها ته کله اورسیدې

نو د وطن د رهبرانو جذبې

د ژوند مقصد ته خپله اورسیدې

تا خو دا اووې چې یو څو رهبران

ددې وطن په غیږ کښې اوزیږیدل

چا به لیدل د آزادۍ خوبونه

چا د خوبونو تعبیرونه کول

په نتیجه کښې د خوبونو آخر

د آزادۍ ډیوه روښانه شوله

ددې وطن د هر سړی په مخ کښې

د نوی ژوند وینه روانه شوله

یاره که چرته په خوبونو رښتیا

غلام وطن ته آزادی را درومی

که رښتیا په تعبیرونو د خوب

ویلی قام ته خوشحالی رادرومی

زه یو خواست درته کوم ملګریه

یو د کشمیر دپاره هم اووینئی

چې د کشمیر آزادی هم اووینو

ددې تعبیر دپاره هم اووینئی

یو خوبولے افغانانو ته هم

پکار دے خوب چې ورته اووینی یو

چې ئې تعبیر اوشی د امن سره

چې داسې وخت هم چرته اووینی یو

د فلسطین دپاره هم اودهٔ شئی

تاسو په خوب فلسطین اوګټئی

یا د عربو سرپټوب اووینئی

تا سره ستا هره دعویٰ منم خو

د تا نه زۀ یوه پوښتنه کوم

هغه چې تۀ ئې رهبران یاوې

هغه چې زۀ ئې نن غندنه کوم

که هغو حقه قصه کړې ده نو

د هغو ژبې ولې نه دی غوڅې

او څوک چې یاد دی د وطن غداران

د هغو ژبې بیا په څه دی غوڅې

تا خو دا اووې چې د ژبې په زوره

زمونږ د قام بابا آزاد کړو وطن

بابا آزاد کړو یا نیکۀ آزاد کړو

نه یم په دا چې چا آزاد کړو وطن

خو دا دې نه اووې چې دې دپاره

په څومره ورونړو تکليفونه تير دي

د غلامۍ د سمندر په مينځ کښې

چې څومره خويندو طوفانونه تير دي

د سپين تنګۍ د شګو څومره حصه

د ننګيالو په وينو اولمبيده

د بالاکوټ په مقام څومره وينه

د آزادۍ دپاره اوبهيده

د ازادۍ د جنګ يو يو انتقام

د چا نه واخستو سور مخی دښمن

په زولنو او په سرو سرو سيخونو

د چا ئې اوداغله سپينه څرمن

په توپو څوکو فيرنګی اوغورزول

د چا دپاره وو بل سره سيخونه

د مالتها جیل وو آباد شوے په چا

د چا په ملا سرېدل سرهٔ سیخونه

ملګریه اودرېږه خبره واوره

تا خو زړه تش کړو د زړهٔ بوجهـ دې کم کړو

د زړه قصه دې په اسانه اوکړه

د آزادۍ په قصه هیر دې غم کړو

اوس لږ زما د زړه خبرو ته هم

غوږونه اونیسه ځان اوپو هوه

چې څه دروغ دی څه رښتیا دی په دې

چې خپله پوئې شې یاران اوپو هوه

اول خو دې ته آزادی مهٔ وایه

ځکه چې لا پورې هغه نظام دے

لا خو هغسې په تیاره کښې دے قام

هغسې حق د خوار غريب نيلام دے

نه خو له تورې تيارې زړه شو کوې

خو هغه توره تيارهٔ ډيره بنه ده

د سپين او تور پيژند ګلو کېدله

ورځ په ځائے ورځ او شپه پخپل ځائے شپه وه

که نوره وه که نا د تورې تيارې

د هر انسان سره احساس خو به وو

چې چرته اونهٔ بلوسو دې دپاره

نيولی مخې ته ئې لاس خو به وو

اوس خو احساس د تيارې نه لری څوک

سره ددې چې حقيقی تيارهٔ ده

د بې حسۍ حدونه نشته ګنی

هم سياسی هم معاشی تيارهٔ ده

زمونږ د قام په سیاست تر اوسه

د سامراجیانو ایجنټان پراتهٔ دی

پنځوسو کالو نه تر اوسه زمونږ

په وسائلو خو کسان پراتهٔ دی

څوک د مغرب په اشاره رادرومی

د احتساب په نوم عوام لوټوی

هم څوک د خضر په لباس کښې رائحی

او د اسلام په نوم اسلام لوټوی

ددې وطن د آزادئ دلاسه

خو زه په دین کښې ده بې دنیه تیارهٔ

دا چې خوره ده اولیدله نهٔ شی

ملګریه ! دې ته وائی سپینه تیارهٔ

؎ شاہ خلیل ہوتی ہے اس قوم میں پیدا

کرتی ہے جو اسکی قوم اپنا شعار آذری

(اقبال)

☆ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر

☆ فطرت کی تعذیریں

☆ علامہ اقبال کی پیش گوئی

نیو ورلڈ آرڈر امریکہ کے تھنک ٹنک کی اختراع اور نئی اصطلاح ہے۔ جسکی رو سے امریکہ کو یک قطبی قوت (سپر پاور) بنواتا ہے۔ جس کے لیے خاص منصوبہ بندی کی گئی۔

الف :- روس کو اسلامی قوتوں اور مذہبی جماعتوں کی حمایت سے تحلیل کروانا۔

ب :- بعد ازاں اسلام کو زیر نگیں رکھنا

پہلا ہدف پورا ہو چکا۔ پھر اسلام زیر عتاب آ گیا۔ جن میں سرفہرست افغانستان، عراق، پاکستان، ایران، شام، یمن اور لیبیا ہے۔ ترجیہات اسلامی ممالک میں جن کے پاس معدنی

وسائل تیل، جوہری صلاحیت اور فعال قیادت جناب ذوالفقار علی بھٹو ہدف اول تھا۔ وہ زیرک اور ذہین لیڈر تھا۔ مزید جناب بھٹو کی جرائم کی داستان بڑی طویل ہے۔

- ☆ وہ زبردست ذہنی صلاحیت اور فعال قیادت کا خاوند تھا۔
- ☆ عالم اسلام کا چیرمین تھا۔
- ☆ لاہور میں عظیم اسلامی اجتماع برپا کیا
- ☆ اسلام کا فقید المثال بیٹا تھا۔ بقول شاہ فیصل
- ☆ تیل کو سیاسی حربے کے طور استعمال کرنے کا عندیہ دیا۔
- ☆ قصہ قادیان کا مستقل آئینی حل نکال لیا۔
- ☆ جدہ کو جنیوا کا درجہ دلانا۔
- ☆ جدہ میں اسلامی بینک کا اجراء
- ☆ متمول اسلامی ممالک کا جدہ بینک میں اپنا سرمایہ منتقل کروانا۔ اس کے توصل سے مسلمان غریب ممالک کا مالی معاونت کرنا۔
- ☆ جدہ میں بی بی سی کی طرز پر نشریاتی ادارے کا قیام کی خواہش۔

☆ اسلامی دنیا کو جوہری طاقت بنوانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ذوالفقار علی بھٹو اور صدام حسین دونوں عظیم مسلمان سپوتوں کو پہلی ہی فرست میں سیاسی منظر نامے سے غائب کروانا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو ضیاء الحق کے ہاتھوں ناکردہ گناہ کی پاداش میں جوڈیشل مارڈر سے ہمکنار کرنا۔ انہیں تختہ دار پر کھڑا کرنا۔ پھانسی دینا۔ عالم اسلام کا چیرمین اس طرح بے بسی کی موت سے آشنا کرنا لمحہ فکریہ ہے۔ عالم اسلام اپنی تباہی کی تمہید عبرت کشا نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا۔

؎ وائے ناکامی متاع کا زواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

فطرت کی تعزیریں

☆ جس صبح (مولوی مشتاق) نے جناب ذوالفقار علی بھٹو پر پھانسی کا حکم صادر کیا۔ تادم مرگ ان کے ہاتھوں میں رعشہ آ گیا۔ اور لکھنے سے قاصر رہا۔ اور جب موت آئی۔ جنازہ اٹھا۔ نماز جنازہ ادا کرنے سے بیشتر مکھیوں کا زبردست غول جنازہ پر یلغار کر دیا۔ لوگ تتر بتر ہو گئے۔ چار اشخاص لقمہ اجل بھی ہوئے۔ فائر بریگیڈ کو طلب کیا گیا۔

بصد دقت جنازہ کو مکھیوں سے نجات دیدی گئی۔ اور معدو وچند افراد جنازہ میں شریک ہو سکے۔ ضیاء الحق کا بھی فضا میں حشر ونشر ہوا۔ اور جسد خا کی تک برآمد نہ ہو سکا۔

حضرت اقبال کی پیش گوئی

؎ تہران ہو اگر عالم اسلام کا جینوا

ممکن ہے اسلام کی تقدیر بدل جائے

امریکہ فرعون ثانی بن چکا ہے۔ اسکی زوال کی ابتداء ہو چکی ہے۔ ممکن ہے یورپی یونین، چین، روس اور اسلامی ممالک کی اشتراک سے ایک اور اقوام متحدہ وجود میں آجائے۔ جس کا مرکز تہران ہو۔ قانون فطرت ہے۔ ہر عروج کے بعد زوال آتا ہے۔ بقول اقبال:

شان خلیل ہوتی ہے اس قوم میں پیدا

کرتی ہے جو اسکی قوم اپنا شعار آذری

الراقم شمشیر

فکر بلیغ

علم فکر بلیغ ہے۔ منبع تبلیغ ہے۔ علم ظہور و شعور ہے۔ جہل بے حضور و بٹ شعور۔ علم لا ریب اور بے عیب ہے۔ جہل ریب اور سراپا عیب ہے۔ علم بے شک بڑی قوت و دولت ہے۔ علم علم، قلم و فہم و فراست ہے۔ جام جہاں نما ہے۔ شاہ مرداں، سوار رشیب دوراں ہے۔ علم صداقت امامت، امانت، امارت، علم ابو بکر ہے۔ جہل ابو جہل علم کی ضد جہل ہے۔ علم صدیق ہے۔ جہل زندیق۔ جہل جہالت۔ ہلاکت، فلاکت ہے۔ علم بُراق ہے۔ جہل فراق، علم رفیق، جہل تفریق، علم حصار جہل انتشار، علم خود شناس، خدا شناس ہے علم کی ضد جہل، علم حقیقت رسا، جہل تنہا، علم نوائے سروش ہے۔ جہل مے نوش، تباہی، گمراہی ہے۔ علم مد، جہل جذر، علم عروج جہل زوال، علم کے آگے کفر سرنگون، جہل خوار و زبون، سرگرداں، انگشت بدنداں، سرگرداں، ترساں، پریشاں، جہل ناطقہ سربگریباں، جبروت قتعار زیر پڑ بے بال و پڑ علم کے سامنے پہاڑ رائی، علم متحرک صحرا پیائی، علم بظاہر فرش نشین، حقیت میں علم عرش مکین،

علم آب حیوان، علم انسان، جہل حیوان، علم حق، جہل باطل، علم نور، علم دل کا حضور، ذہن کا شعور۔ علم حاکمِ جہاں، جہل ناتواں، علم محبت، جہل نفرت، علم رفاقت، جہل فرقت، علم حیات جہل ممات، علم محبت علم ہر دردکی دوا، درد کا درماں، علم دعا، جہل نفرت، بے مہر، سراپا قہر، علم مہر، بے داغ، علم صادق وصدیق، جہل کاذب وزندیق، جہل نادم و ناداں، سراپا آہ فغاں، روز آخرت میں بے سروساماں، پریشاں، علم گل بداماں، حسن ساماں، حسن فروزاں، شمشیر و سناں، سرمایہ انساں، جہل زیاں، شکست ساماں، علم حاکم جہاں، جہل محکوم انسان، بہت آرزاں، علم قندیل بے عدیل، جہل خوار وذلیل، علم عادل، علم کامل، جہل غافل، جہل کامل، جہل قاتل، جہل ابوجہل، جہل قبیل، علم ہابیل، جہل شاخ بریدہ، سگ گزیدہ، خاطر کبیدہ، ذہن بریدہ، علم ید بیضاء، دم عیسیٰ، روح کی غذا، علم محیط، بحرو بر، تسخیر شمس وقمر، علم انسان، جہل نسیاں، علم غالب، جہل مغلوب، علم سرور، جہل غرور، جہل اسیر، پابازنجیر، حقیر، علم سراج منیر علم صریر قلم، ندائے صنم، پاسبانِ حرم، تقدیر امم، امام عرب وعجم، باغ ارم، علم محکم، جہل خانہ منہدم شکست آدم، جہل جہنم، راہ عدم، چشم پرنم، قدم قدم قلم قلم، ریزہ ریزہ منقسم، علم بامراد، گل مراد، علم راہ حیات، علم زادِ راہ، علم راہب، علم مہر، علم خرد وخبر، علم رابرد، دافع شر، علم سدا بہار،

صداقت کی پکار، رموز اسرار، علم جلوہ نور، علم سفر، علم زادسفر، توشئہ آخر، جہل الحذر، زیروزبر، شرمندہ روز محشر، علم جام جم، پیغام صبح ودم، علم ساز حیات، علم ساز حیات کا زیروبم، گل خنداں، حسن فروزاں، ہر دم جواں، بردم رواں، جوش بہاراں، جہل فصیل خزاں، علم روح تاباں، آب حیواں، آب رواں، چشم نگراں، علم غم جاں، غم جاناں، غم دوراں، جہل تنہائی، جہل جنس رسوائی، جہل بے نیل ومرام، جہل بدنام، جہل سودائے خام، علم حلال، جہل حرام، تشنہ کام، بدانجام، بے نشان وبے نام، علم خواہش انجام، نیک فرجام، جہل بے لگام بدانجام، علم سراج، علم معراج، جہل محتاج، علم طلوع، جہل غروب، علم باکمال، علم جمال وجلال، علم انعام، جہل انتقام۔

مصنف

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان

ایک نابغۂ روزگار ہستی

ڈاکٹر موصوف و مرحوم کا شمار ان عظیم اور بے عدیل ہستیوں میں کیا جاتا ہے۔ جو نایاب' نایافت' کمیاب اور کامیاب رہے۔ یوں تو ہر کوئی خود کے لیے روتا رہتا ہے۔ پر ایسا کم دیکھنے کو ملے گا۔ جو اوروں کا دکھ درد سینہ میں سمیٹ کر۔۔۔۔۔۔ دریا دریا روتا ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم ہستی ڈاکٹر مرحوم اعوان کے مثل میں ہمارے سامنے ہے۔ جو عمر بھر اوروں کے لیے دریا دریا روتے رہے۔ اور اپنا زور قلم زور کالم غریبوں محتاجوں' بے نواؤں' بے سہارا مظلوم عوام کے لئے وقف کر کے 20 سالوں پر محیط بلا ناغہ ''دل پشاوری'' کے عنوان سے مسلسل اور متواتر لکھتے رہے۔ یہی ان کا صلہ ہے۔ اور یہی ان کی عظمت کی دلیل۔

مت سہل ہمیں جانو ! پھرتا ہے فلک برسوں !
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں !

جب اچانک موصوف کی خبرِ مرگ کانوں تک پہنچی۔ یقین نہ آیا۔ ایسا بھی کوئی دن آئے گا۔ جسے یوم فرقت کے طور سمجھا جائے گا۔ اور مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے گا۔ دو دن قبل ان سے ملاقات ہوگئی تھی۔ اندیشہائے دور دراز تک باتیں ہوتی رہیں۔ مگر اندیشۂ غم اور اندیشۂ موت کا ذکر تک نہ ہوا۔ کیونکہ ان کے چہرے پر زندگی کی چمک اور دمک عیاں تھی۔

پہلے اس خبر کو وہم وگمان کا کرشمہ سمجھا۔ تو بھی آنسوؤں رواں ہوئے۔ گویا ایک تلاطم تھا۔ جو رکنے والا نہیں تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ بدن میں سکتہ اور رعشہ پیدا ہوا۔ قواء مضمحل معطل اور مختل ہوگئے تلاطم تھم گیا اور پھر اچانک خاموشی چھا گئی۔

مرگ جنوں پہ عقل گم ہے میرؔ
کس دیوانے نے موت پائی ہے

ڈاکٹر اعوان مرحوم بڑے قد آور ادیب، محقق، انشاء پرداز، متبرک متحرک اور تبحر قلمکار تھے۔ ساتھ وہ ہمہ جہت کالم نگار جو 20 برس تک غریبوں، بے نواؤں، بے سہارا اور مظلوموں کے حق میں مسلسل متواتر بلا ناغہ روز کالم لکھتے رہے۔ وہ صحیح معنوں میں غریبوں، محتاجوں درمندوں کے لیے ندائے درد اور نوائے سروش تھے۔ یوم وصال تک ان کا کالم

منصۂ شہود پر آتا رہا دوسرے دن ڈاکٹر مرحوم کا وصیت نامہ بھی منظر عام پر آچکا۔

ڈاکٹر اعوان مرحوم صاحب ہمہ محبت' ہمہ وقت مصروف مطالعہ رہے۔ وہ زود نویس اور مستعد لکھاری تھے۔ وہ مصنف انسان نہ تھے۔ بلکہ کارخانہ کتب تھے۔ درجنوں کتب کے مصنف سینکڑوں کتب پر حرف اول لکھا۔ ان کے تبصرے جامع' جائزے جاندار' بھرپور بارآور' برمحل اور برجستہ ہوتے۔ خاکہ نویسی میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ وہ نڈر' بے باک' بے لاگ لکھاری تھے۔ گویا فقید المثال قلم کار جناب ڈاکٹر ظہور اعوان کا زبان و بیاں پر مکمل عبور و دسترس حاصل تھی۔ اسلیے زبان و بیان دلنشین اور دلفریب تھا۔ انہیں گرفت الفاظ ولغات' روزمرہ اور محاورہ کا درست استعمال پر قدرت تامہ حاصل تھی۔ بے پناہ زورِ قلم کا خاوند تھا۔ انہیں موزوں الفاظ کی تلاش وانتخاب اور استعمال میں ہرگز گرانی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ان کے سامنے الفاظ و لغات صف باندھے دست بستہ حاضر رہتے۔ وہ زبردست ذہنی صلاحیتوں سے مزین شخصیت کے مالک تھے۔ ڈاکٹر موصوف عدیم العصر انسان تھے۔ ان کے اسلوب کی اشارت عبارت اور ادا لاجواب اور بے مثال! کہوں! بالائے جان ہے!

ایک ادبی تقریب میں جو موصوف کی ایک کتاب کی رونمائی کے سلسلے میں فرہنگ ایران

میں برپا ہوئی تھی۔ جس میں جناب اعجاز رحیم سابق چیف سیکرٹری' جناب فرحت اللہ بابر ترجمان ایوان صدر معروف شاعر شوکت واسطی' امریکہ سے ڈاکٹر سید امجد حسین صاحب' اور دیگر زعمائے ادب وقلم مدعوئین میں سے تھے۔ راقم الحروف نے جو مقرر اول تھے کہا تھا کہ جناب ڈاکٹر ظہور اعوان کی حقیقت اور اہمیت ان کی عظمت کے تناسب سے ہماری نظروں سے مخفی ہے۔ کیونکہ موصوف مظہر فطرت کی طرح آرزاں' میسر اور دستیاب ہیں۔ حضرت کی یہ دستیابی ان کی ارزانی کا باعث ہے۔ جیسے پانی اور ہوا۔ اگر یہ عناصر ارزانی کے ساتھ دستیاب نہ ہوتے تو اتنے ارزاں نہ ہوتے۔ ان کی اہمیت ان کی غیر دستیابی سے مشروط ہے۔ لحہ بھر ہوا نہ ہو۔ زندگی اجیرن اور محال اور ناممکن ہو جائے۔ گویا فطرت کی یہ ارزانی ان کی گرانی میں مانع ہے۔ یہی حال جناب موصوف کی ہے۔ وہ ارزانی کے ساتھ ہمہ وقت میسر و دستیاب ہیں۔ روز اوروں کے دکھ ودرد میں کالم لکھتے ہیں۔ اسلئے ان کی عظمت کا درست تناسب میں احساس نہیں ہوتا۔

؎ اس انتہا کے قرب نے دُھندلا دیا تجھے
کچھ دور ہو کہ دیکھ سکوں تیرا بانکپن

دنیائے ادب سے جب ڈاکٹر صاحب غائب ہوئے تو آج معلوم ہوا۔ رفاقت کیا ہے۔ اس کے اثرات اور مضمرات کیا ہیں۔ لگتا ہے آج دنیائے ادب بغیر نخلستان کے ہے۔ گلدستہ ادب تازگی اور خوشبو سے عاری ہوا۔ دنیائے ادب میں ان کے جانے سے شاید یہ خلا پر ہو۔ آج ہم پر ڈاکٹر مرحوم کی اصل حقیقت اور اہمیت واضح ہو چکی۔ ڈاکٹر مرحوم نہ صرف شب و روز لکھتا رہا بلکہ اوروں کو بھی قلم و کاغذ کی طرف راغب کرتا رہا۔ کتنے تشنہ گان ادب کو ان کی ذات سے سیرابی حاصل ہوئی۔ جناب مرحوم کا دامن دل بڑا سرسبز اور زرخیز تھا۔

ڈاکٹر مرحوم وسیع الظرف انسان تھے۔ تعصب، تنگ نظری سے بیزار، ان کا قلم نسل پرستی اور لسانیت کے خلاف وقف تھا۔ ان کا قلم آخری گھڑی تک مخالفت قوتوں کے خلاف نبرد آزما رہا۔ وہ ہمیشہ انسانیت کا درس دیتے رہے۔ وہ ہمہ مشرب اور وسیع المشرب انسان تھے۔ ڈاکٹر ظہور اعوان مرحوم سراپا محبت و خلوص کا پیکر تھے۔ بڑی عظیم اور عدیم المثل انسان تھے۔ بے بدل و بے عدیل، ان عظمت کا احاطہ اور صحیح ادراک کرنا الفاظ میں ناممکن ہے۔ وہ نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز کے مالک تھے۔ وہ صحیح معنوں میں دانشور اور سخن ور تھے۔ ان کے

قلم میں زور، زور بیان واضح اور نمایاں تھا۔ ان کے ہاں بہاؤ اور روانی پائی جاتی ہے۔ وہ

دنیائے ادب کے شہسوار، سردار اور سرخیل تھے۔ وہ مقام قصویٰ اور مقام عالیہ کا مالک تھا۔

ان کا قلب وذہن درد سے معمور۔ ان کا سینہ شعور وآگاہی کا ملجا اور ماویٰ تھا۔

ڈاکٹر اعوان مرحوم ہمہ وقت مصروف کار انسان تھے۔ ان کے پاس فراغت اور فرصت نام

کی کوئی شے نہ تھی۔ ان کا عقیدہ تھا۔

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو

نہیں ہے بندۂ حر کے لیے جہاں میں فراغ

ڈاکٹر موصوف نے دقت وقت اور تنگئی وقت کا مداوئی پچیسواں گھنٹہ میں تخلیق کیا۔ گویا

انہوں نے ایک ہی وقت میں متنوع کام سرانجام دینے کا سلیقہ اور صلاحیت حاصل کر لی۔ یا

ایجاد کر لی۔ پچیسواں گھنٹہ ان کی ایجاد کردہ تخلیق ہے۔ جو نادر اور نرلا تجربہ ہے۔ ڈاکٹر مرحوم

صاحب اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی صلاحیت اور استعدادر کھتے تھے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

سرِ آدم ہے ضمیر کن و فکاں ہے زندگی

انہوں نے موجودہ اور موعودہ تقویم کے علاوہ ایک اور تقویم کا ادراک کیا۔ یہ کارنامہ عشق کا دین ہے جو موصوف کے گرفت میں تھا۔

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا

اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

ڈاکٹر موصوف اس بے نام تقویم کا ادراک اہمیت وتوضیع اور تشریح سمجھ چکے تھے۔

گویا عظیم و صاحب تکریم شخصیت۔ ڈاکٹر ظہور اعوان

بروز اتوار

بحوالہ چہلم ڈاکٹر ظہور

08 / 05 / 2011

تمت

شمشیر بقلم خود

جناب انجنیر ظہور الدین صاحب
ایک مطالعہ۔ ایک درس نامہ

محترم ظہور الدین صاحب پیشہ کے لحاظ سے ویسے تو ایک انجنیر ہیں۔ اس کے علاوہ وہ قلب وذہن کی جملہ خوبیوں سے بھی آراستہ و پیراستہ ہیں۔ گویا انسان کامل ہیں۔ موصوف وہی بات منہ پر لاتے ہیں۔ جو ان کے دل میں ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ نہ تو آبلہ مسجد ہیں اور نہ تہذیب کے فرزند حضرت اقبال کے الفاظ میں:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

نہ آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

جناب ظہور الدین صاحب بطور چیف انجنیر CDW سے فارغ ہوئے۔ انھوں نے اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن نبھایا۔ اصول پرستی اور سچ کی خاطر نشیب وفراز کا خیال نہ رکھا۔ وہ جرات اظہار کے پیکر رہے بعض اوقات انہیں کٹھن مرحلوں سے بھی گزرنا پڑا۔

خوف خدا کے مقابلے میں کسی رعب ورغبت کے شکار نہ ہوئے۔ سچ اور اصول پرستی کی خاطر عواقب اور نتائج سے بالاتر ہوکر اہم فیصلے کرتے رہے۔ جس کی بعض اوقات انہیں بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑی۔ فرض منصبی کے نبھانے میں خدمات بندی، سرشاری، وارفتگی اور شوریدہ سری کی حد تک گئے۔

جناب ظہورالدین صاحب سچ اور ستیز کے خوگر ہیں۔ وہ ساز سے زیادہ ستیز کے قائل ہیں یہی ان کا اصول ہے اور یہی ان کا مسلک رہا۔ وہ زندگی بھر ان پر عمل پیرا رہے۔ گویا صداقت کی خاطر مر مٹنے پر تیار رہے۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرے

جناب موصوف کی ذات، پیغام اقبال کا مظہر ہے۔ گرانمایہ سرمایہ، بے بہا اور بیش بہا نمونہ درس ہے۔ مجھے ان کی کتاب "کچھ یادیں" پڑنے کو ملی، جیسے میں نے بطور نمونہ درس وتقلید اپنے بیٹے امجد شمشیر کو تذکروں جو خود ایک انجنیر ہیں۔ اسوقت کوہاٹ میں محکمہ پبلک ہیلتھ میں Ex.en ہے۔

جناب ظہور الدین صاحب نے دوران ملازمت اس ملک کو صحیح تناظر میں اپنا گھر اور ملک سمجھا۔ ذاتی جائیداد کی طرح ہر سو اور ہر صورت میں اسکی محافظت کا انتظام کیا۔ اپنی ذات' ذہانت اور محنت سب کو ملک وملت اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں صرف کیا۔ وہ کسی مصلحت کوشی کا شکار نہ ہوئے۔ خوف انسان' خوف افسران خوف ملازمت ان کا راستہ نہ روک سکے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کا دنیا کی امامت کا

جناب انجنیر صاحب اقبال کے متذکرہ شعر کے مجسم تشریح ہیں۔

تمت

بقلم خود

08 / 05 / 2011

آہِ آتشین

د مروتو کسرونه

(رزمیہ نظمیں)

د مروتو کسرونه

ابتدائیہ:-

شہسوارانِ رزم و بزم کے کارناموں اور جنگی داستانوں کو اشعار کے سانچے میں ڈھل کر عوام و خواص میں جذبۂ تازہ ابھارنے کے لئے یہ صنف سخن ایجاد ہوا۔ ایک لحاظ سے کسرونہ منظوم تاریخ ہے۔ جسے پختونخوا میں بڑی پذیرائی ملی ۔شہرتِ عام اور بقائے دوام کی سند عطا ہوئی۔

ماضی میں گشتی موسیقار اور پیشہ ور گلوکار قریہ قریہ چنگ و رباب کے سُر و تال کے ساتھ گاتے تھے۔ چوک و حجرہ اور دیگر ثقافتی مراکز میں محفل آرائی برپا کرتے۔ وہاں کے باسی داد و دہش کا مظاہرہ کرتے۔ سامعین، حاضرین اپنے اکابرین کے کارنامے اور جنگی داستانیں سنتے اور خوشی سے جھوم اٹھتے ۔نوجوانوں کے جوش و جذبہ کو مہمیز ملتی ۔ پیشہ ور گویئے، گشتی موسیقار، گماشتے رباب باز اس صنف سخن کے آمین تھے۔ جسے وہ سینہ بہ سینہ

عوام تک منتقل کرتے رہے۔

خطہ بنوں میں کسرونہ ثقافت کا اہم جزر سمجھا جاتا ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ اس صنف سخن کا معتد بہ حصہ زمانہ بُرد ہو چکا ہے۔ اب تو وہ نہ مجلسیں محفلیں شامیں ولولے اور ہمہمے رہے۔ نہ وہ بزم آرائی۔

زمانے کے انداز بدل گئے

نیا راگ ہے ساز بدل گئے

خوبیٔ قسمت سے موجودہ کسرونہ علاقہ مروت سے محفوظ ملے۔ اس کار خیر میں جناب عبدالقادر مرحوم بابائے پشتو سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی ہوا کرتے تھے۔ صاحب موصوف متبحر عالم، سکالر، متبحر ادیب ودانشور، نقاد اور محقق تھے۔ جناب حبیب اللہ خان مرحوم میناخیل نے عملی تعاون کیا۔ اور متذکرہ کسرونہ فراہم کئے۔ یا برآمد کرالیا گیا۔ عبدالرحیم مجذوب کی اصلاحی اور تشریحی کاوشیں بھی وجہ التفات ہیں۔ جناب مشرف خان وزیر مرحوم کا جاندار، جامع تبصرہ، منفرد اور ممتاز مقالہ بھی قابل قدر ہے۔ پشتو اکیڈمی نے ان کسروں کو چھپوادیا۔ دامن ادب کو وسیع کیا۔ یہ ایک بڑا زندہ جاوید

کارنامہ ہے۔ کیونکہ انہیں قعر گمنامی سے نکال کر منقۂ شہود پر لایا گیا۔ میں نے سمجھا ورق زیست خشک ہونے کو ہے۔ کیوں نہ اس کا بامعنی استعمال ہو۔ علاقہ مروت کا یہ ذہنی سرمایہ تشریح وتحفظ دینا میں نے خود پر ایک قرض سمجھا۔ اس کی بھی ایک داستان ہے۔ پر معلوم ہو میں قبیلہ مروت کا احسان مند ہوں۔ ان کے باب میں رطب اللسان ہوں۔ قبیلہ مروت نے ہر مشکل گھڑی میں بنویان کا ساتھ دیا ہے۔ اور بنوں کے عوام اقوام مروت کے بڑے احسان مند رہے ہیں۔ جن میں، میں بھی خود کو شامل سمجھتا ہوں۔

حال ہی میں گویا 1967ء میں جب وزیروں نے بنوں خاص سے دو مروت اہلکاروں کو اغوا کیا۔ تیسرے کو شہید کر دیا۔ تو بنوں والوں نے شدید ردعمل دکھائی اور نتیجہ میں 12 بنویان شہید ہوئے۔ گویا بنوں والوں نے ماضی کا قرض چکا دیا۔ الغرض دوستی و دستگیری کی کہانی بڑی پرانی ہے۔

ڈاکٹر چراغ حسین شاہ صاحب نے بھی میرے موجودہ کاوش میں انہماک اور دلچسپی دکھائی۔ انہوں نے جناب احمد جان مروت صاحب کا حوالہ دیا۔ جو شاعر و ادیب ہے۔ انہوں نے بھی میری ہمت افزائی کی۔ جناب ماسٹر پرویز خان مروت نے بھی عملی تعاون کا

وعدہ کیا ہے۔ جناب غلام حبیب خان مروت محکمہ تعلیم سے فارغ افسر ہیں سنا ہے ان کے پاس بھی کسرونہ کا کچھ حصہ محفوظ ہے۔ مگر ان کی طرف سے سوائے وعدۂ فردا کے کچھ نہ مل سکا ہے۔ یہ چند عشروں کی قبل کی بات ہے۔ گویا پرانی بات ہے۔ اب موجودہ حالت میں خود کو کفالت کی بجائے کہولت کی منزل پر پاتا ہوں۔ یعنی 78 سال کا نوجوان ہوں۔ نحیف وضعیف، نیم جان، نیم دل، دل کی پیوندکاری کراچکا ہوں۔ ایک ٹانگ سے محروم محض صاحب فراش یا صاحب فراموش، اسیر بستر ہوں۔ جذبۂ جوانی موجود ہے۔ خاک وطن کی محبت بے قرار رکھتی ہے۔ بقول غالب

ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

گویا رہبر کی تالاش میں ہوں

دمروتو کسرونہ اس عہد کا پیداوار ہے۔ جب بنوں میں جنگل کا قانون رائج تھا۔ جسکی لاٹھی اسکی بھینس۔ بدآمنی، بے چینی، بداعتادی، بدگمانی، جنگ وجدل، خون آشامی، باہمی جنگ و جدل، قتل وغارت گری، خانہ جنگی، طوائف الملوکی کا دور دورہ۔ بھائی سے بھائی بدگماں، بدظن، ہراساں، ترساں، بیٹے سے باپ نالاں، تربور دشمن نمبرون سمجھا جاتا تھا۔ خانی اور ملکی

کانٹوں کا سیج تھا۔ گویا وبال جان۔ خاندان کے خاندان زر وزمین کی خاطر صفحہ ہستی سے مٹائے جاتے تھے۔ ہر شخص اپنے گاؤں' دیہات میں بھی غیر محفوظ' ہر گاؤں قلعہ بند ہوتا تھا اپنے گاؤں سے تنہا۔ دس قدم بھی آگے جانے کا کوئی روادار نہ ہوتا تھا۔ مال ومویشی بھی غیر محفوظ۔ اغوا' لوٹ مار ذریعہ زیست مشغلہ تھا۔ جہالت کی عملداری تھی۔ انسانی خون پانی سے بھی زیادہ آرزاں سستہ ہوتا تھا۔ زندگی اجیرن' خوف انسان غالب' خوف خدا غائب' علاقہ مروت میں ایک گاؤں گانڈی بقول ایڈورڈز نگران بنوں اس میں سارے باسی نوجوان تھے۔ کوئی بوڑھا شخص زندہ نہ تھا۔ کیونکہ جوانی ہی میں گاؤں کے باسیوں کو قتل کیا جاتا الغرض قتل وغارت' جنگ وجدل' لوٹ ماران کا شیوا وطیرہ اور طریقہ اور ذریعہ زیست تھا۔ بنوں خاص میں مقابلتاً دفاعی صورت حال بہتر تھی۔ کیونکہ ہر گاؤں کے ارد گرد بلند وبالا فصل ہوا کرتی تھی۔ جہاں مناسب فاصلہ پر برج ہوتے۔ جہاں ہمہ وقت مسلح افراد کمر بستر رہتے۔ مگر علاقہ مروت ریگستانی ہونے کے اس دفاعی صلاحیت سے محروم تھا۔

کہوں انگریزوں کی آمد 1847) سے صورت حال سنبھل گئی۔ بدل گئی اور نام نہاد خون آلود آزادی کے مقابلہ میں قہر آلود غلامی راحت اور نعمت ثابت ہوئی۔ قانون کی عملداری

ئم ہوئی۔ انصاف کا احیاء ہوا۔ امن وامان قائم ہوا۔ معاشی فارغ البالی پیدا ہوئی۔ تو بھی جمال الدین افغانی کے بقول آزادی کے بدلے بہتر معاشی حالات قہر خداوندی ہے۔ آزادی کا کوئی نعم البدل نہیں۔ راقم الحروف کا بھی اس قول کے ساتھ 100 فیصد اتفاق ہے۔ بقول اقبال

سبب کچھ اور ہے جس کو تو سمجھتا ہے

زوال بندۂ مومن کی بے زری سے نہیں

بعض کسروں میں باکثرت املا اور کتابت کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ قدیمی اور مقامی ب ولہجہ ہونے کے کارن بعض الفاظ اب متروک ہو چکے ہیں۔ اسلئے مفہوم کے برآمد ہونے میں قاری کو دشواری پیش آتی ہے۔ لگتا ہے بعض شاعروں کے ابلاغ اور اظہار خیال میں سقم پایا جاتا ہے۔ بعض واقعات میں بھی منطقی ربط نہیں پایا جاتا۔

اگرچہ جناب مجذوب صاحب کی تحقیق وجستجو اور آراء اپنی جگہ! تو بھی مزید تحقیق کی ضرورت موجود تھی۔ لگتا ہے۔ جناب موصوف نے گلوخلاصی کی خاطر مزید زحمت گوارا نہ کی۔ شاید وہ تھک چکے تھے۔ انہیں یہ سہولت حاصل تھی۔ وہ بزرگوں کی روایت ودرایت

سے استفادہ کر سکتے تھے۔ لغات' روزمرہ اور محاورہ سمجھنے میں آسانی پیدا کر سکتے تھے۔ اب ایک زمانہ بیت چکا۔ وہ بزرگ نہ رہے قبروں پر حاضری دینے سے کیا فائدہ۔ وقت نکل چکا صرف اور صرف ابہام رہ گیا ہے۔ ہاں ظن و تخمین سے کام لیا جائے تو یہ دوسری بات ہے۔ جو کسی بھی طور یقین محکم کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ بعض مقامات میرے لیے مہمات کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہیں سر کرنا سمجھنے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ آبلہ پا ہوا۔ تو بھی انجام کار مطمئن نہ ہوا۔ ابہام اور پھر اتہام کا نشانہ۔

جناب احمد جان مروت سے رجوع کرنا پڑا۔ بلکہ بار بار کرنا پڑا۔ بعض اوقات بحث و تمحیث کی صورت بھی پیش آئی۔ موافق اور مخالف آرا کا تصادم ما سوا۔ بہر حال بعض مقامات اور معاملات کو سمجھنے کے باب میں مجھے تشنہ کام ہونا پڑا۔ گویا تشنہ/تشریح

آلاتِ حالات حرب و ضرب

ماضی میں آلات حرب میں تیر و تلوار' ڈھال' نیزہ' ذرہ بکتر' خنجر' پیش قبض (چھرا) اور جزیل (بندوق) شامل تھا۔ جزیل نایاب اور نایافت' صرف مہا خانوں' ملکوں اور سرداروں کے پاس ہوتا تھا۔ اسے چھوٹے توپ کا درجہ حاصل تھا۔ صرف ایک میل تک اپنا اثر دکھا سکتا تھا

اس کا طریقہ استعمال وقت طلب اور دِقت طلب ہوتا تھا۔ اسمیں بارود بھر دیا جاتا۔
پھندے سے فیتہ/بتی میں آگ لگائی جاتی۔ یا دکھایا جاتا۔ آگ آگے بڑھتا اور بک سے
بارود پھٹ جاتا۔ زوردار دھماکہ ہوجاتا۔ مخالف کوزک پہنچ جاتا۔ جانی نقصان کا باعث
بنتا۔ بندوق اپنا کام اور کارنامہ دکھاتا۔ جزیل مورچہ بند افراد محفوظ استعمال کرسکتے تھے۔
جنگ میں گھڑسوار، پیادہ نوجوان، جوانمرد، جوانمردی کے خوب جوہر دکھاتے۔ مقابل پر تلوار
کشی کرتے۔ تیر چلاتے، دو بدو مقابلہ بھی ہوتا۔ زور کا قانون رائج تھا۔ دست بدست
مقابلہ ہوتا۔ پیش قبض سے کام لیا جاتا۔ مدمقابل کو گریبان سے پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرایا
جاتا۔ گھوڑوں کے کھروں سے اسے روند لیا جاتا۔

افرادی قوت، قوت ارادی، زور آزمائی، ہمت، جوش و جذبہ، بہادری، جوانمردی، شاہ زوری
باعث التفات ہوتی۔ ہر کہ دار و گیر بڑی بھیانک منظر پیش کرتا۔ دونوں طرف سے لاشیں
گرتیں۔ خون خرابہ ہوتا۔ خون بہتا۔ پانی سے زیادہ ارزاں اور سستا۔ قیمتی جانیں ضائع
ہوجاتیں۔ غلبہ خلق غالب اور خوف خدا غائب۔ زندگی اجیرن ' طوائف الملوکی '
مطلق الضانی کی حکمرانی، قتل گری، ڈاکہ زنی، مال گیری وہ بھی بزور، دستور و منشور ذریعہ

زیست ہوتا تھا۔

علاقہ مروت کا بیشتر حصہ ریگستانی ہوتا ہے۔ اس لئے گاؤں کا دفاعی نظام نہ ہونے کے برابر۔ وہاں کوئی فصیل استادہ نہ ہوتی۔ آبادی فطرت اور دشمن کے رحم وکرم پر ہوتی' گاؤں کی باڑ صرف گھاس پوس اور خاردار جھاڑیوں کی سرہون منت ہوتی۔ دشمن اسے آگ لگاتے اور اپنے مذموم ارادہ کو برلانے کے لیے آسانی پیدا کردیتے۔ ضعیفی جرم گردانا جاتا۔ اس لیے کمزور قبیلہ زوردار قبیلہ کا ہم حلیف بن جاتا۔ اس طرح گوند ظہور پذیر ہوا۔ سارا خطہ دو گوندوں میں بٹ چکا۔ تور گوند (سیاہ گوند) سپین گوند (سفید گوند)۔ جہاں زمین پختہ مٹی کی ہوتی۔ وہاں گاؤں کے اردگرد حفاظتی فصیل ایستادہ کیا جاتا۔ مناسب فاصلہ پر برج ہوتے۔ جہاں ہمہ وقت چُست وچوبند جوان محافظ موجود رہتے۔

قصہ مختصر

غارت گری، قتل ومقاتلہ' انتقام لوٹ مار' دشمن کو زیر کرنا نیست ونابود کردینا' زر زمین رزن وجہ نزاع ہوتا تھا۔ اور شیوہ زیست۔

ان میں کچھ خوبیاں بھی تھیں۔ مہمان نوازی' اخلاق کی بلندی' طرۂ امتیاز تھا۔ ہمسایہ پر جان

نثار کرنا، پشتو ثقافت کا اہم حصہ ہوتا تھا۔ زن سے زیادتی پر سمجھوتہ نہیں ہوتا۔ اس کا علاج

صرف موت ہی ہے۔ اس لئے زن سے زیادتی نا قابل معافی جرم ہے۔

خامی :- زن کی خرید و فروخت امرِ قبیح نہیں سمجھا جاتا تھا۔ البتہ اب یہ مرض ختم ہوا چاہتا

ہے۔ اب یہ فعل، فعل شنیع و قبیح اور فعل بد سمجھا جاتا ہے۔ گویا پیغور۔

بقول اقبال

؎ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی

یا بندۂ صحرائی یا مرد کہستانی

تمت

احتتامیہ

عموماً ہر کسر کی ابتداء خدائے برتر کے نام سے ہوتی ہے۔ محبوب کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ تا کہ قوت متخیلہ کو تحریک ملے، رعنائی خیال میں ارتعاش آجائے۔ بعد میں شاعر قصہ اصل واقعہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

زبان و بیان لب ولہجہ اور لغت مقامی بولی سے متعلق ہے۔ بعض الفاظ اب متروک بھی ہو چکے ہیں۔ اسلئے متن اور مفہوم کے سمجھنے میں قدرے دشواری پیش آتی ہے۔ مجھے خدشہ ہے بعض مقامات پر مجھ سے ضرور لغزش ہو چکی ہوگی۔ جس کے لئے میں قبل از وقت معذرت خواہ ہوں

د مروتو نیازیو وال کسر

از دوران شاعر

شان نزول:-

خٹک قبیلہ گنجی خیل نے مروت قبیلہ (دریئی پلاری) کے کچھ بھینس مال مویشی پر تاخت کر کے بھگا کر لے گئے۔ ان کا پیچھا کیا گیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی میں مروت قبیلہ کی طرف سے گوہر نامی شخص مارا گیا۔ اوران کا دوست گل خان ایک ٹانگ پر زخمی ہوا۔

تشریح:-

شاعر خدائے برتر کے حق میں حمد وثناء بیان کرتا ہے۔ کہ اے خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرے مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔

سلطان خیل گنجیو نے لشکر کشی کی۔ مروت کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اے خدا انہیں خوار وخجل کر دے۔ کیونکہ گنجی خٹک قبیلہ نے مال مویشی پر تاخت کیا۔ اور بھگا کر لے گئے۔

ادھر دریئی پلاری مروت قبیلہ نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ آمنے سامنے ہوئے۔ اور قبیلہ خٹک اور قبیلہ مروت دو بدو جنگ آزما ہوئے۔ وہ ایک دوسرے پر بندوقوں سے گولیاں برسائیں۔

الگڈ سے اس پار ان مویشیوں کو لے گئے۔

شاعر خیال نے درے پلاریو (ایک قبیلہ) کو جذبۂ انتقام دلانے کے لئے شاعری کے ذریعہ آمادہ کرنا چاہا۔

چہ پہ باندے بنڑیا ھغہ بہ وسی

چہ پہ تاباندے بنڑیا نورہ بہ نہ سی

سلطان خیل موسیان ګنجیو لشکر پے سی

الھی پہ باندے راولے خواری

خواری پہ باندے راولے آہ سختہ

چہ بہ ویسا دګنجی ختھک لہ بختہ

پہ غوا و مشوئی وکڑہ جواری

غوا و مشے ئي بوتلے کلے وڑے

آوا تمن (لمے دکمرونه)

یارانو په تنړی ئې کړلے ګلهے

پسے وراغله شاغلی درئے پلاری

مخامخ ئې سره لکه کړه جهګړه

تورو توپکو چګه شوه لوخړه

په تیری بیری ئے هیچه خبر نه شم

زنړی سپے جی لکه زمری

خټک توپک مے خوله ولګوله

ګوهر ئې اچولے په غوری

آرمان دے ئې ګوهربن سرکی زره

یرو چه به چه ناست دے بهاری

که شه کړه ګل خان ککه خپل شه کړه

میدان چه خوئی ماته خپله پشه کړه

ګوهر چغه ئې نکړه ویزاری

کــه ســرے وی اژکـــه تیــژے م ســرے دی

پــه پرتــے ئې وے ګــو هر غــوړے چتــے دی

ابـــاخیـــل زنـــړی ئـــې زړه چـــه ګمـــاری

ګوهریو دے خپله شهیدکی په مخه یووړه

بـــل ئــے درے پـــلاری پـــه بــنـــے مـــرسوے

ختــک ســره دے نـــه کـــی چـــوک روری

کــه شـه کـی درے پـلاری زنـړی دے شـه کـی

ولــے دے ګــو هـــر شـــکـــه دے وکـــی

دودے پـــنـجـــه شـپـږ ختـکـــان مـــړه کـــی

چـــه ختــک ئــې غــوشــے یــوسی پــه کوری

اوســنیــو زنـــړو هیـچـــبن تــوربن نستـــه

جــن راشـــه ده خـولـــه بـــه درکـی پـــه یاری

دورنـــه بـــرخـــه غـــواړه لـــه مهـــروانـــه

د میرو تینہ چرنگہ داگرانہ
چې خوکہ شو جوانانو یاگیری

متن ومفہوم:-

سیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ یہ جنگ/ لڑائی / چپقلش دو قبیلوں کے مابین ہوئی۔ قبیلہ مروت' قبیلہ خٹک۔ خٹک قبیلہ کے کچھ افراد نے قبیلہ مروت کے مال مویشی کو اغوا کر کے لے گئے۔ مروت (درے پلاری) نے ردعمل دکھایا۔ نتیجہ میں مروت کی طرف سے گوہر جان بحق ہوا۔ اور اس کے دوست/ ہمکار گل خان نامی کی ٹانگ زخمی ہوئی۔ اس طرح خٹک گنجی خیل قبیلہ کے تقریباً 6 افراد بھی مارے گئے۔

شاعر نے اس واقعہد کو اشعار میں ڈھل کر بیان کیا۔ اور پورا منظر پیش کیا۔ ردعمل میں مروت قبیلہ نے جس جرات کا مظاہرہ کیا۔ جوش انتقام کو بروئے کار لایا۔ شاعر نے اسے بہت سراہا ہے۔

نوٹ:- زبان و بیان' لب ولہجہ اور لغت خالص مقامی گویا زبان مروت وال ہے۔ "یوسفزئی نہیں" علاقائی بول سے کام لیا گیا ہے۔ شاعر بیان دوراں ہے۔ انہوں نے

رزمیہ طرز بیان کو اختیار کیا ہے۔

نواز کسر میداد خیل کسر

ببرھوس شاعر

اس کسر میں دو گوندوں کے نمائندوں میں قتل مقاتلہ ہوا۔اس کا ذکر ہے۔

پس منظر:۔

بنوں اور وزیرستان میں دو گوند پائے جاتے ہیں۔جن کا مفصل ذکر راقم السطور اپنی کتاب بن باس میں کر چکا ہے۔ایک گوند کو تور گوند یعنی کالا گوند یا سیاہ گوند۔دوسرے کو سفید گوند۔ان گوندوں کی وجہ تسمیہ بھی کتاب مذکورہ میں تفصیل سے مذکورہ ہے۔اتنا کہوں ۔گوندوں کی تقسیم کی ابتداء بنوں میں علاقہ نورڑ سے ہوئی۔باہمی کشمکش، چپقلش نواز اور سمندر خان کے مابین ہوا۔نواز میداد خیل کا تعلق تور گوند سے جبکہ سمندر خان غزنی خیل

سپین گوند سے تعلق رکھتا تھا۔ اور ہے۔ بنوں خاص میں گوندوں کا یہ فرق تقریباً مٹ چکا ہے۔ مگر وزیرستان اور علاقہ مروت میں شدت کے ساتھ اب بھی قائم ودائم ہے۔

ماضی میں گوندوں کی یہ تقسیم ہمیشہ سے وجہ نزاع بنی رہی۔ اسکی تفصیل بھی بن باس میں موجود ہے۔ اس کسر میں سمندر خان سپین گوند اور نواز خان تور گوند کے درمیان جو کشمکش ہوئی۔ قتل ومقاتلہ ہوا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو شاعر کی زبان میں:-

نه زړه مے اندیشنو له غمه وسه

په ازل کلام وه نور نسه

په ازل کلام وهلے نه نوریژی

ئے دنیا دور مے ولید چه تیریژی

لونه رئی مرګی ژغ مے تر غوژوسه

له دشمن چخه دے کومه وله باده

ترجمہ:- دل گرفتہ ہوں' تقدیر کا لکھا ہوا پہنچ جاتا ہے۔ اچانک نواز خان کے موت کی خبر کانوں تک پہنچ گئی۔ بظاہر دشمن کی طرف خاص وسوسہ' خطرہ اندیشہ نہ تھا۔ مگر سر کا دشمن

اچانک نمودار ہوا۔

سمندر شربت وہ کړے مصلحت

یارانو پہ پلاروليئ شہ رحمت

ترجمہ:۔سمندر اور شربت نامی دونوں نے نواز کے خلاف باہم مشورہ کیا۔اس کے باپ رحمت ہو۔گویا بڑے باپ کا بیٹا (سمندر) تھا۔بہادر۔شجاع

نیا مدہ دروئے وہ نواز پہ پکړی وسہ

یارانو شربت وارئے پہ وکہ

ترجمہ:۔نواز پر شربت نے اچانک وار کیا۔ضرب لگائی۔اس مشورہ سے نواز بے خبر تھا۔

یارانو شربت وارئے پہ وکہ

کہ مئے ئی چہ نواز ئی خبر نہ کہ

پہ شاغلی نزاز چرنگ پسات وسہ

ترجمہ:۔ جرات مند نواز پر اچانک بجلی گرگئی۔ وہ بے خبر تھا۔اور مخالف مشورہ سے بالکل ناآشنا۔یہ سب کچھ اچانک ہوا۔اور نواز کو گیر لیا گیا۔گویا نواز موت آشنا ہوا۔

مصرئے توره ئې وتلے وه له لاسه

دوئمه سمندر کړه په ره جلاصه

ترجمہ:۔نواز خالی ہاتھ تھا۔دوسری طرف سے سمندر نے اس پر وار کیا۔

پلار آه ورور ئې وګاته اوس تو میړه سه

ترجمہ:۔سمندر نے بھائی اور باپ کا بدلہ لے لیا۔واقعی وہ بہادر ہے۔

ګلان تبر له منده دعوے کرده

حکیم ناموس ئې شه که سمندر ده

ترجمہ:۔گلان ایک نام ہے۔وہ اپنی بنیاد سے دعوہ گیر گویا جرات مند شخص تھا۔حکیم کا بدلہ لیا

گیا۔جسے نواز نے قتل کیا تھا۔حکیم خان سمندر خان کا والد تھا۔

نواز په مرګ مے هیچه اړیاسه

ترجمہ:۔سمندر نے انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔

وه یارانو شربت مے غزنی خیل ده

نواز باندې ئې تورے کیل ده

ترجمہ:-شربت غزنی خیل تھا۔نواز سے بدلہ لینا چاہا۔

ارسلا زړګئے مے چړنګے به شه سه

نواز چیرے لاړے تر دمانه

ترجمہ:-ارسلام غزنی خیل کا دل ٹھنڈا ہوگیا۔نواز حسرت وارمان کے ساتھ رخصت ہوا۔ قتل ہوا۔

نن په چه نیماګئی مړ شوے نواز خانه

سپین بشر خو دے په وینو ولاړ سمه

نواز خانه تجارونه د کول

نوکران به دے درچنګه شورول

ترجمہ:-نواز خانہ آج تیرا جسم خون میں لت پت ہے۔تو آج ارمان کے ساتھ رخصت ہوا۔یعنی فوت ہوا۔نواز خانہ تو اپنے ہمراہ نوکروں اور پاسداران رکھتے تھے۔اور ہر قسم کی تدبیر کرتے رہے۔مگر آج سب کچھ دھرے کے دھرا رہ گیا۔اور تو حسرت ارمان اور خالی ہاتھ رخصت ہوا۔

په تنگچئی چه خو دے یو پکار نه

میداد خیلو باندے چغه سوله گده

ترجمہ:۔تکلیف میں کوئی بھی کام نہیں آ سکتا۔آ ج میدادخیلوں میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔

گوشی غم ئې میداد خیلو په کاله سه

میداد خیلو سپرو راوستے لړزاندے

ترجمہ:۔میدادخان کے برے دن آئے۔غم انہیں تنہا برداشت کرنا پڑا۔

مفہوم:۔

سارا قبیلہ میدادخیل غم واندوہ میں مبتلا ہے۔

سپینے تورے چخه یو پستنه نسه

طوطی زی عمر خان خیل دی سره پیش سوه

ترجمہ:۔قبیلہ طوطی زی اور قبیلہ عمرخان خیل آمنے سامنے ہوئے۔اور دست بدست لڑائی

ہوئی۔

شنئے ئې سپینے تورے بریش وه

ترجمہ:- خوب دادِ شجاعت دی گئی۔

میداد خیلو درج کڑہ بخت ئې ودہ نسه

ترجمہ:- میداد خیل کی شامت آئی۔ زوال پذیر ہوئے۔ قسمت نے ساتھ چھوڑ دیا۔

وہ یارانو ئے ځمن د محمد یار دی

سپینے تورو ته راغلی په اختیار دی

ترجمہ:- اے دوستو سنو۔ محمد یار کے تینوں بیٹوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ یہ بھی قبیلہ میداد خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ شاید وہ بھی کام آئے۔

سرو لنبو تښ ورزغلی په غمه سره سوه

وہ یارانو ئې حکیم ځوئی سمندر وه

که مانے ئے زیاتی کړے ئې خپل سر وه

ترجمہ:- یہ آتش غم وغصہ کی حالت میں تھے۔ حکیم سمندر کا بیٹا جان و مال سے بے نیاز تھا۔ جان کی پرواہ نہ تھی۔ میدان جنگ میں بے خوف خطر کود پڑا۔ طوطی کا بیٹا خانی کا دعوہ گیر تھا۔ خانی بمعنی جانشین حکمرانی ہے۔ لہٰذا طوطی کا بیٹا اس جانشینی کا دعویدار تھا۔ مگر کامیاب نہ

ہو سکا۔

طوطی زیو دعوے کیر وہ خانئی نسہ

نواز یے تورو خاورو چہ قرار کہ

بیگو خان ځوئی ئې ګوندے د لاسہ خوار کہ

مذیبی نواز خو بئا ورځمدائی نسہ

زہ میر هوس شو میرو بدلے وایہ

حق مرګئے مے پہ سر پور دہ خلاص بہ نسہ

ترجمہ:۔جبکہ نواز قبر کے اندھیرے میں چلا گیا۔مدفن ہوا۔اسطرح بیگو خان کا بیٹا بھی اپنے گوند ہاتھوں خوار و ذلیل ہوا۔جبکہ خود اب نواز زندہ نہیں ہوسکتا۔اے ہوس' بہادروں کے کارنامے گنواتا رہو۔آخر موت سر راہ ہے۔یہ قرض ہے۔ہر ایک نے چکانا ہے۔لگتا ہے قبیلہ میداد خیل زوال پذیر رہا۔نفاق' افراتفری کا شکار۔دشمن کے ہاتھوں خوار و زار رہا۔

کسر دکرلنگ

میراد خیل کلام

کوره غازی خیلو سره کړے مرکه وه

حیدر وه که اشیر وه سره جوړ ئي که اخپل سنګ

ترجمہ:- حیدر اور اشیر جو غازی خیل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ باہمی مشاورت کیا۔ (گرلنگ) کوقتل کرنے کی سازش کی۔

حیدر اووئیل اشیره نن مے وتغوږه خبره

کرلنګ مو که مړ نه که دے به تل غواړی کلنګ

ترجمہ:-حیدر نے اشیرہ سے کہا۔ کہ میری بات گوش وہوش سے سنو۔ غور سے سنو۔ اگر ہم نے گرلنگ کا کام ختم نہ کیا۔نہیں مارڈالا تو وہ ہم سے بھتہ وصول کرتا رہے گا۔ (اس کا قتل ضروری ہے)

دوئی د ګرلنګ پہ لوری ملا دہ تړلے

وراغلہ ګرلنګ تہ واړہ شپہ ئے وہ وهلے

ترجمہ:- دونوں (حیدر۔شیرا) گرلنگ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔اور ساری رات

چلتے رہے۔معہ ساتھیوں کے۔

ګرلنګ ورخبر نہ وہ جکہ خوب کی پلنګ

ګرلنګ وربیدار شہ لہ ورستے چیخہ ایسارسہ

دریغ دے ئې ګرلنګہ نن خو پریوتے مہ جنګہ

مصرے ددی پہ لاس پہ نہ دہ چہ ساتلے دے کرنګ

ګرلنګ باندے نارے دی ګرلنګ یو ساری ئے درے دی

دوہ تنہ ئے ساری یو ئے لاندے کہ ورډنګ

څمن وے ئې ملوکے پہ وطن ئې لاړے کوکے

جانونہ ئې ستی کړل ترو شاندہ پہ ننګ

شپہ دہ تکہ تورہ د چشتن کارونہ ګورہ

تشریح:- گرلنگ بے خبر پلنگ پر سویا ہوا تھا۔ اپنے بستر پر گرلنگ بیدار ہوا۔ مگر وہ گھیرے میں آچکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنا جوہر دکھانے سے رہا۔ اسی کشمکش میں ملو کے بیٹوں نے داد شجاعت دی۔ جن کا میداد خیل سے تعلق تھا۔

باز، سور کمند دل میں آرمان لئے ہوئے تھے۔ ان کا چچا گرلنگ اب تاریخ کا حصہ بن چکا تھا۔ گویا مارا گیا۔ محمد یار نے داد شجاعت دی۔ یہ بھی میداد خیل تھا۔ اب ممکن نہیں کہ وہ گھر واپس آجائے گا۔ گرلنگ کی قتل کا شہرہ ہوا۔ گرلنگ بڑا جیدار، بہادر پشتون تھا۔ جو نواز میداد خیل کا دوست تھا۔ نواز خود بڑا بہادر نامور شخص تھا۔

گرلنگ کی قتل کے بعد حیدر کی فکرمندی ختم ہوئی۔ اس نے شادیانے بجائے۔ وہ گرلنگ کے ساتھیوں کی تلاش میں تھا۔ مگر کوئی ساتھی ہاتھ نہ لگا۔ سب رفو چکر ہوئے، گرلنگ کی رسوائی ہوئی۔

زنړی میداد خیل دی ئې سپنکئے تورے په کپل دی

تورو ښنکه هار ده لکه ته ئې ده جنګ

باز کبښ سور کمند وه په زړه ئې ډېر ارمان وه

نارے کی ککابولی نه وی نه لیده تر چنګ

تر محمد یار وه ده مے کړے تورے وار وه

دشمن باندے ئې کړے ئې سپینګئے تورے چرنګ

تیر سوے تر ویجاړے په ارمان له دنیا لاړے

بیا به کور ته نه راشے چه سپورئی په کورنګ

ګرلنګ ئې ده وزلے یو ئې ټنګ په وطن تلے

ګرلنګ بیر پشتون وه ژغ ئې لاړه تر ګرنګ

دے مل ئې خان نواز وه په مروتو ئې اواز وه

زمرے وه ئې جنګلو زمری تل شور وی جنګ

ګرلنګ ئې مرګی پسه د حیدر قصه سوه خلاصه

پورته په سرکی چه د حیدر د ډولو ډنګ

حیدر وهل ډولونه لتهول ئې ګرلنګ ملونه

چرته ګرلنګ مل وه په نیستئی ئې که بد رنګ

چو ډیر مے یادیږی سرور خان نه را رزیږی

نیم خلق یادیږی د سرور ئې توپو ټهنګ

سرور وه راختلی غازی خیل چه اړولی

دلته ئې مروتو لشکر مخ ته وراغلی

لو هانړه که میره ئے اوس تو تیګ کړه ورته لنګ

جګړه سره لکه لو هانړیے په ماتے کوژ سه

دلته ئے مروتو زنړو لاس ورباندے خوژسه

سم په غره چې ماتے شوری تر صبا له وژے کړنګ

خان سربښ بیزو ده تو من ده په ننداره وه

زمری په شان به ئې هر سړی ته خپل لاسونه زو وه

چې چوک به ورنزدے سوه ده به پورته کړه وردنګ

مه وزنه لغړسے په بیزو ئې وزلو نه ده

دا ئې مے تر ډارنو تر نیستو چخه بنه وبښ

نہ ستایم بے کارہ کہ پہ پوے دی چورنگ

بس دے ئې جرسہ نادیدہ کسر دے جوړکہ

گورہ خدائی دے مہ کہ ایمان راتہ شلنگ

مجھے سرور خان نواب آف ٹانک کا ایک قصہ یاد آیا۔ غازی خیل مروت اور نواب آف ٹانک کے درمیان کشمکش ہوئی۔ کہا گیا۔ لوہانی ہمت کرے۔ مگر وہ سب مات کر گئے یعنی شکست کھا گئے۔ اور مروت کے جوان خوش و کامیاب ہوئے۔ رات بھر بھوکے پیاسے پہاڑ میں گھومتے رہے۔ خان سرور کے ساتھ ایک بندریا (بوزنہ) تھی۔ ایک دنیا اس کا تماشہ بین تھی۔ وہ لوگوں کے ہاتھوں پر چک لگا کر زخمی کیا کرتی۔ جیسے شیر۔ گویا بمثل شیر لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر دانتوں میں چبا دیتی۔ عجب منظر تھا۔ وہ ہر ایک پر حملہ آور ہو جاتی۔ کوئی اسے قتل کرنا چاہا۔ کسی نے کہا۔ بندریا قتل ہونے کی چیز نہیں۔ اسے قتل نہیں کرنا چاہئیے۔ مزید کیا کنجوس اور ڈرپوک سے تو بھی بندریا پھر بھی بہتر ہے۔

میں ایسے بے کار افراد کے حق میں منہ نہیں کھولونگا۔ تعریف نہیں کروں گا۔ اب بات کو ختم کرلو۔ ان دیکھی واقعہ کا ذکر بصورت کسر کیا گیا ہے۔ دعا ہے ایمان سلامت رہے۔

د حکیم گیدا خیل کسر

پس منظر:۔نواز میداد خیل اور حکیم گیدا خیل کے درمیان کشمکش تھی۔مخالفت تھی۔نواز میداد خیل نے خود کو کمزور سمجھا۔چنانچہ اپنے قبیلہ کے ساتھ کہیں اور چلا گیا۔مگر جذبہ انتقام برقرار رہا۔نواز نے اپنے وسائل کو مجتمع کرنے کے بعد حکیم پر حملہ آور ہوا۔جنگ ہوئی۔حکیم گیدا خیل علی خان میداد خیل کے ہاتھوں قتل ہوا۔ذیل کی کسر میں اس خونی واقع کا ذکر ہے۔

هائے کادرند بنړیا سوی په دفتر ده

یو کلام به جوړوم که مې اثر ده

نواز کړے مے تیرے تر موسیٰ خیلو

په ستنه ئی نامت نوه نه ئې میلو

لاس په ریشی قلندر زوئے جندر وه

یارانو چو میاشتے سولے تیرے

نواز مے دا قصے کله دے ویرے

برامو چه ئی حکیم باندے نظر وه

وه یارانو چه ئې لوئې قدیم فرمان سه

خو یو چو سپاره ئې نور ورسره مله کړل

که منے ئې دے حکیم په لور روان سه

حکیم په دیرے چوړ بریځروه

تشریح:-

افسوس یہ ہے کہ انسان بے بس ہے۔ سارے کا منشائے ایزدی کے تحت انجام پاتے ہیں۔

سب کچھ لوح و قلم میں درج ہے۔ جسے تقدیر بھی کہتے ہیں۔

شاعر ایک کسر مرتب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ گویا جنگنامہ موسیٰ خیل گاؤں سے اس پار منتقل

کیا۔ (کیونکہ وہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کمزور تھا) انہیں واپسی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

انہیں وہاں قلندر ولد جندر کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ دوستو۔ جب چند ماہ گزر گئے۔

نواز کب بھولنے والا تھا۔ (انہیں اپنے دشمن حکیم گیداخیل کے ناکردے یاد رہے۔ وہ کب بھول سکتا تھا)

برام خیلو کا ان واقعات پر نظر تھی۔ خدا کی مرضی ہوا یہ ہے ایک دن نواز نے چند اور سواروں کو ہمراہ کیا۔ ساتھ ملایا۔ اور حکیم کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت حکیم ڈیرہ اسماعیل خان میں تھے۔

نواز آگے بڑھا اور گلاپی کو للکارا۔ گلابی نواز کا مدمقابل اور طاقت میں برابر تھا۔ گویا ہمسر' دونوں جیدار' مردمیدان اور بہادر تھے۔ گلاپی کے حق ایک دنیا تعریف کرتی ہے۔ مدائی' شانرہ اور حکیم نواب ان کے پیچھے اور نواب خود آگے آگے تھے۔ لوگوں کی ان سے یہی توقع بھی تھی۔ کیونکہ وہ سرلشکر تھے۔

چه اوبنړئی جان ور وړاندے که ګلاپی
درته وایم په شاغلو میړو تاپی
نواز سره په واری برابر وه
خدائی رحمت ئې ګلاپ په اختیار باندے

مدرئی او شانره حکیم نواب ئے وړاندے

خلق په ده باندے دغے قصے باور وه

بیانواز چه له خریان چخه سه پلنے

میره نائی نواب ئے مخ ته وراغلے

نواز گھوڑے سے اترا۔ نواب سامنے آ گیا۔ گویا آمنا سامنا ہوا۔ نواب بھی جوانمرد بہادر

تھا۔

سپینو تورو چخه نه جی زنړی وروره

میړنی نواب مے ډیر وکړل وارونه

تلواروں ھ سے جوانمرد پیچھے ہٹنے والے نہیں ہوتے۔ سینہ سپر ہوتے ہیں۔ بہادر نواب

نے تلوار کے کئی وار کئے۔ مدمقابل پر

وه کتلئے تورے نکړه خوارکونه

نواب له خپله بخته مرور وه

نواب کے وار خالی گئے۔ یہ انکی بدقسمتی تھی۔

علی خان توره ئې نواب تر معزی لاړه

خلقه په ننداره ورته ولاړه

علی خان نے تلوار کی وار سے نواب کے گردن کو کاٹا۔ گویا سر قلم ہوا۔ لوگ تماشہ دیکھتے

رہے۔

علی خان په لاس چه تیغ نه وه زغه پرواه

اوس راجه بیبو که زاړے که نارے کړے

نواب پروت ده اوس راجه که ننداره کړ

شاعر بیواؤں کی طرف مخاطب ہے ان کے بیواؤں کی طرف۔ کہ آج تمہارا خاوند خون میں لت پت زمین پر پڑا ہے۔ دیکھنا ہے تو آج تمہارے رونا دھونا عبث ہے۔ نواب اب قتل ہو گیا۔

نواب مے ئی چندنړ کشلئے نشتر وه

نواب جیسا نشتر یا چاندار شاخ کا بلند بالا بشر تھا۔ خوبصورت، توانا'

وه یارانو بیا نواز وئیل حکیمه

تا خو وړاندے خطره نه وه له غلیمه

نواز مخاطب ہے (حکیم کو)

اے حکیم اپنے دشمن سے کوئی خطرہ اور خدشہ نہ تھا۔ (تو بے غم تھا) گویا تمہارے وہم وگمان

میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

ما په خطه باندے لیکلئے ئې تا سر وه

وه یارانو بیا ویله نوازا

پریوتے یم سپنکئے تورے له نیازه

له دغے قصے مے وړاندے لا خطر وه

مزید نواز نے کہا۔ کہ تجھے قتل کرنا وہ بھی میرے ہاتھوں سے۔ یہ تقدیر کا لکھا ہوا تھا۔

حکیم نے جواب میں کہا۔ مجھے اندیشہ تھا۔ آج تلوار کی وار کا نذر رہوا ہوں۔ گویا قتل ہوا۔ لگتا

ہے حالت نزع میں یہ بات کہی۔

حکیم نواب تیر سه تر ویجاړے

برامو کلہ مے بېچ وچ لاړے

حکیم نواب رخصت ہوئے۔ دار فانی سے جبکہ برام خیلو کے بال بچے بھی رخصت ہوئے۔

درے پلاریو چه ئی صحت په آبی ذروه

درے پلار قبلہ کا نام۔ گویا جدامجد کی اولاد۔ الی زران کا جدامجد اپنے عہد کا نام دار شخص تھا۔ لگتا ہے۔ نواز کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہو۔ جسکی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

زه جرس په ویلو مشهوریم

خائسته ؤ په خالو پسے رنځوریم

دیدار به راکی که غمخوار مو پیغمبر وی

میں جرس اپنی شاعری کے لئے مشہور ہوں۔ اور حسینوں کا شیدا ہوں۔ امیدوار ہوں اپنے محبوب کی دیدار حاصل ہو۔ بشرطیکہ حضور کی یاوری ملے۔

ارسلا خان غزنی خیل کلام

پس منظر:-

اس کسر میں سور کمند اور دیگر جو میداد خیل قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دن ارسلا غزنی خیل نے ان کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ اور پھر سب نے ملکر قرآن پر ہاتھ رکھا۔ کہ وہ آئندہ کے لیے دوست رہیں گے۔ اور نہ ایکدوسرے کو قتل کریں گے۔ مگر ہوا یہ کہ ارسلا نے قسم توڑ ڈالی۔ اور اپنے مخالفین سور کمند و دیگر میداذ خیلوں وغیرہ کو گاؤں بلا کر فریب سے قتل کر ڈالا۔ کسر میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

غوږ کیده یارانو په فرمان د خدائی تعالیٰ

تورے خرپ دے وکه غزنی خیل چې ارسلا

واړه میداد خیلو مرکه دے وه بللے

په قرآن دے ویسه وکړه بیا دے شے قصے کولے

تشریح:-

خدا کے لیے ذرا میرا سنو یا حکمِ خداوندی کا فیصلہ سنو۔

ارسلا غزنی خیل نے تلوار چلائی

(قصہ یوں ہے) دونوں میداد خیل قبیلے کو ارسلا نے اپنے گاؤں دعوت پر مدعو کیا۔ اور اچھی اچھی باتیں کہنے لگا۔ (تا کہ انہیں یعنی مخالفین کو متاثر کیا جائے) سب نے قسم اٹھائی کہ وہ دشمنی ترک کرتے ہیں۔ آئندہ دوست رہیں گے۔

دروی دمے ورته خوشه کړه برامو په صلاح

نور وکه چا وزله چا به ورته مړی پوروه

تشریح:- براموقبیلہ کے ساتھ ارسلا نے صلاح مشورہ کیا۔ اگر کسی اور نے انہیں قتل کیا تو انتقام ہم لیں گے۔

(یہ فریب کاری تھی۔ سازش تھی۔ اپنے حقیقی دشمن یعنی میداد خیل کے خلاف)

ارسلا په دغه کرم ده چه نیولے ئې په کور ده

جان ئے په ورکلو که په هلو سلا بلا

تشریح:۔ارسلا کی یہ زیادتی تھی۔ کہ اس نے اپنے حلیفوں کو گھر بلایا۔

ورئے واسته کور ته په پوزی ئې کړله پینده

تشریح:۔اپنے گھر میں سب کو چٹائی پر بٹھادیا۔(خوردونوش کیلئے)

نوٹ:۔میدادخیل اور سورکمند کے خلاف یہ سازش تیار ہوئی تھی۔

دوویل سور کنده ارسلا کړه درچرګنده

ګوره ارسلا مے توره نه کاژی له چنګه

تشریح:۔سورمند کو بتایا گیا۔ کہ ارسلا کا دغہ ظاہر ہوا کہ وہ اپنے ساتھ تلوار رکھے ہوئے ہیں۔(نیت بدظاہرہوا)

په خله درته ژغیږی پته زړه چه ئې ده غلا

تشریح:۔بظاہر میٹھی باتیں کہتا ہے۔مگر دل میں فتور رکھتا ہے۔

سور کمند ویل چه ورورہ هائے بیرپیا به نسی نوره

تشریح:۔جواب میں سورکند نے کہا۔ بھائی مقدر کا لکھا ہوجاتا ہے۔اس سے مفر نہیں۔

...ژ پورے ناموس ده موژ ډریژو له پیغوره

هیچرې دشمن ته کړې نه ده ماشله

تشریح:- ؟(مزید کہا) ہم ما مور لوگ پیغور کا خیال رکھتے ہیں۔ (پہل نہیں کریں گے
میں نے زندگی بھر دشمن کے مقابلے میں بے حسی نہیں دکھائی۔ (اب جو کچھ ہوگا ہو کر رہے
گا)۔

چه وارئے په وکه سور کند ئې خبر نه که
لشکر ئې په چاپیر کړه میداد خیل کړه تالا

تشریح:- بے خبری میں میداد خیلوں پر حملہ کیا گیا۔ سور کمند کے قبیلے کے لوگ نرغے میں
تھے۔ تہ و بالا کر دیا گیا۔ کیونکہ حملہ اچانک تھا۔

زمرې وې سور کنده خو اوس اووتې له جنګه

تشریح:- شاعر مخاطب ہے۔ اے سور کمند تو شیر میدان تھا۔ مگر اب جنگ کرنے کے قابل
نہیں ہو۔ محصور ہو۔ بے اسلحہ ہو۔ تیاری بھی نہیں ہے۔ دشمن کے رحم و کرم پر ہو۔

دشمن سره دې نه وکړه د تورو جنجالا

تشریح:- دشمن کے خلاف تلوار آزمائی نہیں کر سکتے ہو۔

که تورو دے په لاس وے له دشمنه کوندے خلاص وے

تشریح:۔ اگر تلوار بدست ہوتے۔ یعنی مسلح تو بات بنتی۔ خالی ہاتھ کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔

په لاس دے مصری نه وه دکانی ئې بیت الله

بیت اللہ تو خالی ہاتھ تھا۔۔

دریغ دے وی میر خانه سانګو تورو پهلوانه

هغه توره دے نه وه چه دے خلاصه کړه له ملا

تشریح:۔ تورزن میر خانہ بھی خالی ہاتھ تھا۔ یہ بھی میداد خیل تھا۔

دریغ دے دی لوهانه سوچ پیدا دے له پټانه

تشریح:۔ افسوس لوہانہ میداد خیل تو سچا پشتون نکلا۔

بوره مور دے زاړی رائے به نسے په چولا

تشریح:۔ تمہاری ماں بین کر رہی ہے۔ کاش ایک بار اسی گلی سے گزرو۔ یعنی زندہ سلامت

آجائے۔

سر مست دوکه اکبر ده لیک وهلی له دفتر ده

تشریح:۔سرمست اور اکبر جو دونوں میداد خیل تھے۔ وہ بھی قتل کئے گئے۔ یہ ازل کا لکھا ہوا فیصلہ تھا۔

تل په شورو له سپينو تورو سيلا

تشریح:۔تو ہمیشہ اپنے ساتھ تلوار رکھتا تھا۔

دريغ دے ئې سرابه دشمن چه ايستے پے چاپه

تشریح:۔افسوس میداذخیلو سرابہ (ڈوم) کو بھی دشمن نے اچانک حملہ کر کے تجھے بھی بے بس کردیا۔ (محصور)

ته جلا نه سوے ميداد خيلو له کله

تشریح:۔تو نے کبھی بھی میداذخیلو کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ (وفا کیا)

چه په نيماګئے مړه سو شه ځوانان دی راپه زړه سوه

تشریح:۔جو حسرت وارمان کے ساتھ جوان قتل ہوتے۔ اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

زيات مے نه وريږی سور کمند بريتوند لا

تشریح:۔سور کند کی (خوبصورت) مونچیں بہت یاد آتی ہیں۔

زاړی میداد خیلے لوګی پاتې شوے په میلے

تشریح:۔احساس تنہائی کے مارے خواتین (میداد خیل) رو رہی ہیں۔ کہ وہ تنہا رہ گئی۔

سترے په ساپو سوے اوس یے صبر په الله

تشریح:۔میداد خیل کے خواتین روتے دھونے سے خود کو ہلکان کر دیا۔اب صبر کے سوا اور

کچھ باقی نہیں رہا۔

حسین ووکه میرخان وه که سرمست زه که اکبر وه

لوهاړ وه که شهباز وه سور کمند د میړه سر وه

په چه نیماګے مړه سوه میداد خیل زنړیو تولا

چته که مقربه هائے قصے دی نه له ربه

تشریح:۔(چند نوجوان میداد خیل کا ذکر ہے۔جو اس معرکہ میں قتل کیے گئے)

حسین، میر خان، سرمست، اکبر، لوہاڑ، شہباز اور سور کمند۔سور کمند سرخیل میداد خیل تھا۔یہ

سب شہسواران رزم حسرت وارمان کے ساتھ کام آئے۔گویا قتل کیے گئے۔(خالی ہاتھ)

غور و فکر کا لمحہ ہے۔مقربہ! یہ سب کچھ تقدیر کا لکھا ہوا ہے۔

آته سخړے ئی در وړے لکی له گمبیلا

تشریح:- آٹھ لاشوں کولکی سے گمبیلا لے گئے۔ گویا اس معرکہ میں یہ قتل ہوئے تھے۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ ان آٹھ جنازوں کو براستہ لکی گمبیلا لے جایا گیا۔

نواز که تکه نه کی وس ئې نه رسیږی چه کی

تشریح:- نواز بے چارہ بے بس ہے۔ وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اگر چاہے بھی۔ تو بے بس ہے۔

ړنګه کړه برامو میداد خیلو کوټ قلا

تشریح:- براموں نے میدادخیل کا قلعہ اور فصیل کو مسمار کر دیا۔

دنیا دور تریږی ۔ شه جوانان مے نه وریږی

تشریح:- دور اور دوران فانی ہیں۔ مگر مجھے جوانوں کی یاد ستاتا رہتی ہے۔

ننګ مړونه نسته هسے زړه مے نه دریږی

تشریح:- شاعر فریاد کناں ہے۔ کاش اب وہ نوجوان باقی نہ رہے۔ جو کچھ کر پاتے۔ اسلئے اداس ہوں کہ کوئی بہادر رنگیالی نہیں رہا۔

جب نواز اب اس کا قبیلہ قتل کر دیا گیا۔ کمزور بنا دیا گیا۔ بے بس، بے کس اور بے حس۔

شاعر احساس زیاں رکھتا ہے۔ اسلئے اداس ہے۔ غمزدہ ہے۔

پھلوان درب غازی خیلو کسر

از جرس

پس منظر:۔ کلرنگ / کرلنگ میداد خیل کو حیدر اور اشپر غازی خیل کو بے خبری میں قتل کیا تھا۔ میداد خیل نے اپنے گاؤں کو خیر باد کہتے ہوئے کہیں دور دوسری جگہ نقل مکانی کر گیا۔ کیونکہ ان پر قافیہ حیات تنگ ہو چکا تھا۔

چار سال بعد میداد خیل کے ایک گروہ جس میں محمد یار میداد خیل جیسا جیدار اور بہادر شخص بھی شامل تھا۔ نے درب غازی خیل پر حملہ آور ہوا۔ درب کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد پھلوان غازی خیل پر حملہ کیا گیا۔ اسے بھی محمد یار میداد خیل نے قتل کر دیا۔

جب حیدر غازی خیل کو ان مقتولین کا علم ہو گیا۔ تو حیدر غازی خیل نے چند وزیری قبائل کی حمایت حاصل کر لی۔ اور آٹل ممہ خیل پر حملہ کیا۔ یہ میداد خیل کا گوندی تھا۔ 20 تا 25 کو افراد قتل کیا گیا۔ مال و دولت کو لوٹ لیا گیا جو وزیروں کے حصہ میں آ گیا۔ حیدر روا گئی کی

طرف بڑھا۔ اور واگئی کا ایک شخص بریم نام شخص کو وہاں سے بیدخل کر دیا۔

چرنګه حیران یم دې چشتن الله په کړه

ویلو ته م پام سه اوس مے نه دریڅی زړه

زړګائی چه مے شیارسه شیارتوب ئې ما دپارسه

چه وزر لابسته بیخول وی کسب ندسی ئې لوړه

لو مه نه وه نقصان ده ګلرنګ کړے په جان وه

دشمن به چه مړ که ده لاکوې به چا تاړه

ګلرنګ ئې مړګی پسه میداد خیلو کلې لاړې

وطن ورته سور اور سو اوس وئیده چاړه

چلور کاله چه تیر سو د چشتن حکمونه ګوره

یو تولئی میداد خیل ورته راغلی وه له کوره

درب که پهلوان وه خبر وه له دغا پوره

په چرک ئې وه چارلی ئې مړو پورئی په ګانړه

صبا په عانجه مال ئې په ډیر چه سره جائے کړه

شه زنړائے درب وه ده مے کړے سانگے غرب وه

شاغلیو سپینو تورو چیخه نه کوڑی بانړه

درب ئې چه تراوکه پهلوان ته ور روان سوه

اعظم ځوی محمدیار وه سپکئے تورے په وار ده

تربورته چه حاضر سو جان ئے نه جندے لموړه

محمدیار که پهلوان وه دوئے سوه سره ساری

کوره پهلوان په محمد یار کړیدی واری

تشریح:۔

اللہ کے کیئے پر حیران ہوں۔ آج میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شاعری میر اشعار بن چکا ہے۔ ہنر کے مقابلے میں طاقت قابل اعتنا ہے۔ قابل اعتبار ہے۔ زور' طاقت' ہنر کو شکست دیتا ہے۔ گویا قابل ترجیح ہے۔ گلرنگ اپنے کیئے کا خود ذمہ دار ہے۔ گویا فاش غلطی کا مرتکب ہوا۔ دشمن کے شکنجے میں خود کو پھنسا دیا تھا۔ جب گلرنگ مارا گیا۔ تو اس کا قلعہ بھی گرا دیا

گیا۔ اس طرح میداد خیل کسی اور جگہ انتقال مکان کر گئے۔ کیونکہ ان پر قافیہ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ اور دنیا تنور بن گئی تھی۔ پورے چار سال بعد میداد خیل کا ایک ٹولہ درب اور پھلوان کو قتل کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ گویا وقت نماز۔ سامان حرب وضرب کو ساتھ لیکر نکلا۔ درب اور پھلوان باوجود یکہ اس انتقام سے باخبر تھے۔ مگر خاص پرواہ نہ کی۔

جب دو تربور آمنے سامنے مسلح ہو کر آ جائیں۔ تو مقابلہ کرتے ہیں پہلوانی نہیں کیا کرتے اور ایسا ہی ہوا۔ درب کو اعظم ولد حیدر نے قتل کر دیا۔ اور پھر پھلوان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ پہلوان نے پہل کر دی۔ اور تلوار کا وار کیا۔ مگر خالی گیا۔ یہ پہلوان کی بدقسمتی تھی۔

چه بخت ئے تهنګړائے سه تورے هیچه نه خواړه

اعظم ځوی محمد یار تل کوی ئی تورو واری

معرے ئی اړیا نه دبن نه په غتې نه په واړه

یو تولئی ئے میداد خیل وه ۔ زر غونو طوطیانو سیل وه

درب په پهلوان ئے لړمانو نه ګړه ساړه

درب ئې پهلوان خبرے ورغلے حیدر ته

کلی ځوئی حیدر ده هامے توره ئی ده په سر ده

تول کړئے ئی تپے موسیٰ وزپرو دروند شکر ده

پریوتی په اتل وه شل پجه وشت ئې کړه مړه

وه ئی کړ مړی مال ئے بیا پړی په پړی

دنیائے ممه خیلو وزیران سوه په واړه

حیدر چه کتہ اوکړه غونډ ولئے پورته بوته

اورے دړکی چه برائمی ورته پروت وه

برائمی او تمان خیل ئې له والئے نه اوبیړه

بس دے اے جرسه ئې دنیا دور تریڅی

داسے خو چوک نه کوی چه کلیو په مړه کیږی

کلیو شرم ورک سه سره ماته سوه ویاړه

تشریح:۔ پہلوان کی بدبختی دیکھئے۔ تلوار کا وار خالی گیا۔ وہ مقابل کو نقصان نہ پہنچا سکا۔ اب

اعظم نے تلوار کا وار کیا۔ (پہلوان پر) (اعظم حیدر کا بیٹا تھا) مصری تلوار کے سامنے
چھوٹے بڑے سب برابر ہوتے ہیں۔ میداد خیل۔ کہ خوبصورت طوطیوں کا گروہ۔ معلوم
ہوتا تھا درب اور پہلوان دونوں ونّی کر کے آتش انتقام کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ خبر جب حیدر
(غازی خیل) کو پہنچی۔ اس نے وزیروں کے چند قبائل کو مجتمع کر دیا۔ اٹل نامی مر خیل شخص
پر حملہ آور ہوئے۔ اٹل میداد خیل کا گوندی تھا۔ گویا معاون۔ اٹل کے تقریباً 20 ، 25
اشخاص کو قتل کر دیا گیا۔ اور مال مویشی کو لوٹ لیا گیا۔ مر خیل اٹل کی دولت کو وزیروں نے
لوٹ لیا۔

حیدر فتح یاب ہو ۔ اس کے بعد ولی بالا علاقہ بھر میں گیا۔ وہاں برائی اتمان خیل کو ولی سے بدلہ لیا۔ دنیا ب سے علیحدہ انتقام لیا گیا۔ اسے جرس بیان کو یہی روک لو۔ دنیا دنی
فانی ہے۔ البتہ ایسا تو کوئی بھی پشتون نہیں کرتے کہ اپنے ہاں بلا کر اسے قتل کر دیا جائے۔
مگر پشتو دنیا معدوم ہو چکا ہے۔

المروال کلام

از جرس شاعر

پس منظر:-

المراخیل نے جب ختلو کو شکست دیدی۔ اس کے بعد سلیم خان کے بیٹے گلرنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس پر حملہ کر دیا گلرنگ میداد خیل تھا۔ نامور شخص۔

المراخیل کا میدر غازی خیل' اللہ داد مندرہ خیل نے بھی ساتھ دیا۔ گلرنگ میداد خیل اپنے قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ بندوقوں کی لڑائی تھی۔ سید میداد خیل جو کہ میرزا میداد خیل کا بھائی تھا۔ بڑا بہادر دلیر شخص تھا۔ بندوق کی گولی لگنے سے جان بحق ہوا۔ شاعر خیال گلرنگ ولد سلیم خان میداد خیل سے مخاطب ہے۔

په کوکل کښې مې زنړګانې اندیشنو زنک که

محبوبه مې ولیده په مخه راغله

تر غوږ مې محبوبې ئې باور ژنګ کنه

چوک توره کوی پلو میسر هغه دې

المر واخستہ خانی چہ جان ئې بلنگ کنہ

چہ خانی ئې واخستہ ختک ئې ریل کہ

اوس پہ سترگو چې ئې سلیم خان څوئی گلرنگ کنہ

گل رنگ وتہ ئې تولے کړے لشکرے

هسے وائی کوټ تر خوا ئې واړولے

شپہ پہ ورج ئې پہ توپکو سرہ جنگ کنہ

المر لشکرئے کشلی اباخیل دی

اللہ داد ، حیدر ئې سر نور ممرخیل دی

المر دغہ زوئی تنگے تہ ترچنگ کنہ

هنری المر مے وکړہ پلیاړونہ

د تانبو باندې ئې کشل او شان راغلہ

پہ تابنو ئې بارے اوکړے کوټ ئې تنگ کنہ

پہ جنگ خیلو چې جلے زوئی اتل وہ

هسے وائی دویم بل ورسره مل وه

سر ئې زیاتی که چې ترګی ته ئې ور دنګ کنه

ترګی چه ئے تانبے په سرنیولے

ګولئے لکه ژلئے په وریدلے

وار ئې نه وه چه اوبو ته ئې سور ونګ کنه

هنری المره خدائے دے ده په لوری

چه لشکر دے له ګولیو الله زغوری

چا قبولو فقیرانو په ته ننګ کنه

هائے پرده ئی درے پلاری زنړو له مخه

چه سیدی ئے ویستلے وه په زخه

سید وه پروت چه زلوئی توپک تهنګ کنه

بل به نه وی د سید غوندے پیاوړی

که سیدی پاره چوک وه کی چوک مړی

خوار مرزا نې په دوران باندے ملنګ کنه

سلسه خان زویه خدائی دے ده په کمه

شیخ بدین پیرانو ده ایستے له فهمه

چه المر دے کوټ کملی چوئے رنګ کنه

چه ګریوانه باندے به نې یو جنډائے لونګ کنه

زه جرس په هغه جنے منبن یم

روغه خلق نے اوس خو نه یم لا خیډن یم

ترجمہ مع مفاہیم:۔

میرے سینے میں میرا دل تفکرات کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اسی محبوبہ نمودار ہوئی۔ میں نے اس کے زیور کی جھنکار سنی۔ (شاعر کا رواں رواں متاثر ہوا ہے۔) بمطابق شاعر مرد وہی ہوتا ہے۔ جو صاحب سیف ہوتا ہے۔ یعنی غیرت مند مرد میدان آلہ صاحب سیف کے باوصف انہوں نے خود کو اہل بنا دیا اور سردار کہلائے گئے۔ انہوں نے خانی کا دعوے دار اور حقدار بن کر خٹک قوم کی دشمنی لی۔ خٹک قبیلہ کو شکست دی اب ان کی

نظر میں سلیم خان ولد گلرنگ تھا اور لشکر کو جمع کردیا۔ وہ فصیل کے نزدیک خیمہ زن ہوا۔ اور بندوقوں کے گولیوں کا سامنا کیا۔ (لگتا ہے مخالف کے پاس کافی بندوقیں تھیں جنہیں عرف عام میں جزیل کہا جاتا تھا) الم قبیلہ اباخیل سے تعلق رکھتا تھا انہوں نے اللہ داد، حیدر اور دیگر ممرخیلوں کو بھی ساتھ ملادیا۔ الم نے اپنے بیٹے کو گھائی کی طرف روانہ کیا۔ الم نے گھاس پوس سے دیوار بنادی تاکہ دشمن ان کے [illegible] ت وسکنات کو نہ دیکھ سکے) ان کے خیموں پر انہوں نے یلغار کیا۔ جلے جنگ خیل میداد خیل کو بھی ساتھ ملادیا۔ وہ گویا خود کو خطرے میں ڈالدیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ تھی۔ انہوں نے اپنے اوپر بطور حفاظت دروازہ پکڑ رکھا تھا۔ اور خود [illegible] ب [illegible] چھلانگ لگادی۔ (شاید یہی اس کا دشمن تک پہنچنے کے لئے واحد راستہ ہو)

الم خدائے فضل وکرم کے باعث گولیوں کے بارش معہ اپنے لشکر بچ کر نکلا۔ دری پلارو کے ہاتھ سے سیدی قتل ہوا۔ وہ زلو کے گولی کا نشانہ بنا۔ سید بے بدل بہادر شخص تھا۔ اس کا والد میرزائی اب خود کو فقیر اور حقیر سمجھنے لگا ہے۔ اس کا والد سلیم کی طرف متوجہ ہوا۔ بدقسمتی ہے لگتا ہے فقیران شیخ بدین کی توجہ تجھ سے ہٹ چکی ہے اس لئے یہ حالت ہوئی۔

المر او د گلان وال کسر

شاعر جرس

پس منظر:-

یہ کسر قوم مروت کی آپس میں خانہ جنگی سے متعلق ہے۔''دریئی پلاری'' ایک طرف اور باقی مروت کے دیگر قبائل باہم جمع ہو کر لشکر کو ترتیب دیا گیا۔ ان کا سرِ لشکر سردار المر مقرر کیا گیا۔

بمقام پیزو برام خیلوں نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔ جن پر گلرنگ میداد خیل نے حملہ کر دیا۔ اونٹوں کا گلہ بھگا لے گئے۔ برام خیلوں نے ان کا راستہ روکنے کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ اسطرح جنگ شروع ہوئی۔ میداد خیل سے تعلق رکھنے والے ذیل کے مشہور اشخاص نے حصہ لیا۔ محمد یار، باز اور سور کمند وغیرہ وغیرہ اس لڑائی میں گلان کے تین بیٹے قتل ہوئے۔ ان میں خود گلان بھی شامل تھا۔ اس جنگ میں لنڈکی نے بھی حصہ لیا۔ (معلوم نہیں یہ کون تھا)

زړګي خوشي مې نسته وطن اور سه

مروتو سره پام سه په بد ئے

هلے درے پلاری سره په گند ئے

زړه ئے بد سه درے پلارئے سره نیمگور سه

پنجو مروتو غونډے کړے لشکرے

یارانو زه به اووایم خبرے

المرئی خان که ژغ ئے لمے په لاهور سه

پیزو چې مے برامو غونډو پروت ده

گلرنګ تاخت و که گله ئی جندے بوته

په برامو چغه گډه خلق خور سه

جګړ سره لکه کړه روخانو

رامدت سوئی قطب سو هیل پیرانو

پیزو چه نن ئې شو میړو تنډورسه

که شین زمرے چې اووزی له جنگله

په میدان کښې باز جوړ کې سره سره ساري

یو په بل ئې سره وکړه توره واري

جوړ کې یو وه میداد خیل په باندې زور سه

میداد خیل سپاره مې واړه جنګ یاران وه

محمد یار وه که باز که سور کمد خان وه

په میدان چه ګلرنګ پټ په زغرې تور سه

عیسی خان چې په دراز وه ګرزوله

حقاني مرګئے نی وه بنه ور وروړ سه

درے زمن هغه دے ګلان وه

که منئے نی نن نی تورو ته ناکام وه

په میدان چې دوئی مره سره چلور سه

دوه میړو نه لنډکې مره سوه هم غاړې

لنډکي یاران ئې تور ولیبه غواړې

طوطی زنی دے گلرنک ئی کوټ سر اور سه

ماشپشبن چه سپریده ماز دیګر مړه سوه

کشلی زنړی ده اینامه په رازوږه سوه

ازلی کشلئے قلم وه کله نوز سه

څلور سخړے ئې ګلان کاله ته راوړے

که منئے ئے شادی خان نسته په ویجاړے

په وازمے باندے ئی څکه شور مشور سه

اے جرس له چیشتنه دیدار غواړه

له هر چا چخه به پاتے سی ویجاړه

ګتے هغه دی که جنت ئی موږه کور سه

ترجمہ/تشریح:۔

شاعر متفکر اور پریشان حال ہے۔ کیونکہ قبیلہ مروت میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔

گھر میں آگ لگ گئی۔ ہر کس آتش زیر پا ہوا ہے۔ ایک طرف دریئ پلاری ہے۔ اور

مقابلہ میں سارا مروت قبیلہ جمع ہوا ہے۔ جن کا سردار خان المر خان مقرر ہوا۔ المر خان اپنی شہرت لاہور تک قائم کر چکا تھا۔

پیزو کے مقام پر گلرنگ میداخیل نے برمخیلوں پر حملہ کر دیا۔ اور کافی اونٹ بھگا لے گئے۔ ان کا پیچھا کیا گیا۔ مروت قوم شمال وجنوب کی پیروں کی مدد کے لئے پکارا۔ کیونکہ خانہ جنگی سے مروت قوم کا جانی نقصان ہوا ہے اور نامدار اشخاص سے محروم ہوا۔ میدان جنگ میں جوگی اور باز آمنے سامنے آ گئے۔ جوگی تنہا تھا۔ اس پر میداخیل قوم نے یلغار کیا۔ اسی لڑائی میں جوگی خان کے تین بیٹے اور خود کام آئے۔ اور یہ چار جنازے ایک ہی وقت میں اٹھے۔

گلرنگ اپنے تین بیٹوں کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ وہ زربکتر پہنے ہوئے تھے۔ میدان کارزار گرم تھا۔ عیسیٰ خان نے دراز پر تلوار سے وار کیا وہ جان بحق ہوا۔ گلان کے تین بیٹے بامر مجبوری جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ (کیونکہ ان پر حملہ کیا گیا تھا۔) گلان بشمول ان کے تین بیٹے مارے گئے۔ لنڈی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے دو دیگر افراد بھی لقمہ اجل ہوئے۔ طوطی زئی کوٹ/فصیل پر ٹوٹ پڑے۔

شاعر خیال اس منظر کی یاد میں بہت افسردہ ہے۔ کیونکہ وقت زوال عصر تک یہ خونی ڈرامہ ختم ہوا۔ قسمت کا لکھا ہوا مٹ نہیں سکتا۔ آج چار جنازے گلان کے گاؤں لائے گئے اب شادی خان نہیں اس دنیا میں نہیں رہا۔ اور شور غوغا گلی کوچے میں برپا ہے۔

جرس: خداوند پاک سے دیدار دوست طلب کر یہ دنیا فانی ہے۔ کہ وہی شخص کامیاب ہے جس کے حصہ میں جنت آجائے۔

د مانک کلام

شاعر جرس

پس منظر:- مروت کے مختلف قبائل نے پرہ جنبہ کیا۔ لشکر تیار کیا۔ ذیل کسان سرلشکر یا قبائل شامل تھے۔ مثلاً بیگوخیل، میدادخیل، عیب خیل، اباخیل، اپوخیل، عسیک خیل، کئی خیل (ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک کا نواب)، تاجی زئی وغیرہ وغیرہ۔ ذیل کسان سرلشکر تھے۔ نواز بیگوخیل، نواز میدادخیل، درک دبوخیل، بازگل عسک خیل، گلباز، گل خان، بائی خان، سید خان، میراعظم، شہنواز، گل بیگ، عبداللہ، کمر، سوداللہ وغیرہ وغیرہ (معلوم نہیں یہ جنگ کس

قوم وقبیلہ کے خلاف ہوئی ۔ اور کب ہوئی ۔ راقم الحروف نے اپنی کتاب بن باس میں بنویان اور نواب آف ٹانک کے سپہ سالار/ وزیراعظم مانک رائے کے مابین ایک خونی اور یادگار جنگ ہوئی تھی ۔ بنویان کا سرلشکر دکاس خان تھا۔ جبکہ مخالف لشکر کا سرلشکر مانک رائے والئے ٹانک تھا۔ اس جنگ میں نواب آف ٹانک کو زبردست مالی اور جانی نقصان ہوا تھا۔ بنویان نے انہیں شکست فاش دی تھی ۔ اور پیزو تک ان کا پیچا کیا گیا۔ غالبًا مانک رائے کا مروت کے قبائل نے بھی ساتھ دیا ہو)

ډیرے اندیښنے مے په زړګی شوے راپیرے
چه ئی غم ساعت وه درے پلاری کړے مصلحت وه
نه ئی پریږدا وه نواز خان ئی اوباسه په غیږے
چیرے ئی نواز مله وه هغه واړه سره تولیږی
درک وه که دراز وه بل نواب ئی علیشیرے
له ورچه ورسپاره سره میدادخیل خپل نواز ئی مل کړو
له دے ځائے ئی مزل که خان سرور ته ئی ور زغل کړو

مروتو وئیل خانہ نہ پہ موژہ راغلہ گرانہ

لاس راباندې چیژدہ کہ شیگړہ کوے چیرے

خان وئیل مروتو بذی خوئی راکش لہ شنړ کیرے

بلچوتہ راغے زهنور کے ئی ویستے سوے

پیزو تہ ئی غوندہو دہ ورتہولیژی لور د لورے

تنگ وتہ چہ راغے مروت پسہ ورخبر سوہ

پسہ ئی مروت غوندہو چہ مخ تہ ورتہ راغلہ

لکے ئی کیژدئے پہ ځان صابی کړے ورتہ تورے

لغړ واہ تہ چہ راغے زینور کوہ زہ هار سہ

لتہ ئی مروتو لشکر مخ تہ ورتیار سہ

سبا پہ بریجر لشکرے مخ تہ شوے ورخورے

انړکی وئیل نوازہ تورو بازہ

ندی صیب خپل دی یو لہ بلہ کلہ بیل دی

پہ توپو ورختلی چوک نہ دورے سوہ نہ دورے

کبیر وہ کہ گلباز وہ دے سپینکی تورے پہ نیاز وہ

کور چہ یې لوکړے پہ سیتنہ بہ درو مو چیرے

دا واری مروت سپرو چہ نہ وکړو نیر پہ نیرے

ډیر مروت ئی سټ کړل پہ ژوندیو ئی مړہ پټ کړل

ډیر مروت ئی سټ تر سکندر چواړی پورے

ظفر خان زوئے ئی شیری ددہ خوئے ئی د زمری وہ

شیری زمن مے واړہ پهلوانان وہ ئی کنیرے

زنړی عیسک خیل دی زرغونو طوطیانو سیل دی

گلباز کہ کلی خان وہ بل بهائے خان و سید خان وہ

مزم کہ میراعظم وہ شهنواز وہ میرو شان وہ

پہ چا نیماگے مړہ سوہ وئے تو ناوے گنړے پورے

برہ پہ درزیو چہ سود اللہ کور پہ ډگر کہ

گل بیگ کہ عبداللہ وہ ڈیر ارمان بہ ئے کمر کہ

گلرنگ زویہ باز گلہ سختی دے تیرولہ

سپرلی گلان وہ چیرے قصے پیشے سولے نورے

ابو زوئی ظفران وہ پہ بندنی بندیوان وہ

پہ شائی قبیلو تہ چوبدئے سوے وربرسیرے

لکئے وتہ چہ راغے تانبرگان ئی دلتہ پاس کڑہ

لوټ کی ظالم دہ داسې نہ وائی چہ کیرے

نور خو کہ پہ لوټ سوہ میدان وتہ ورغوټ سوہ

بے عقلہ تاجی زی وہ نۀ لاړہ او نۀ پټ سوہ

بے گناہ پہ لوټ سوہ تاجی زئی بیړے سپیرے

مانړکی وئیل مروتو تہ میں لوٹ گیدہ ہے سارا

روپے تو میں منگدا ہے یک روتے دی ہزارہ

وانړے تہ نہ گھیدہ ء لا تھنیدے اگلیرے

زه جرس شیار یم همیشه به دے صفت کرم

خدایه که مے اورے له دوزخه چخه زغورے

بحوالہ شاعر جرس۔ مانک رائے نے مروت سے تو ان جنگ کا مطالبہ کیا۔ اس کا ذکر کسر ہذا میں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تفصیل ترجمہ اور تشریح۔

شاعر کہتے ہیں آج پریشان ہوں۔ وجہ دریئی پلار نے مصلحت کی ہے۔ گویا اتفاق رائے کردی۔ (کسی جنگ کے لیے) (دریئی پلاری میں متعدد مروت قبائل شامل ہوئے ہیں۔) انہوں نے نواز بیگو خیل کو بھی ساتھ ملانے پر راضی کرلیا۔ تب تو نواز کے دیگر ساتھی بھی امادہ اتفاق ہوئے۔ مثلاً دلئے مندرہ خیل، کمال مندرہ خیل، اور سادت شہاب خیل امیر خوئیداد خیل، درک دلو خیل، دراز ابا خیل، نواب علی شیری، سردار سارے ملکر نواز خان میداد خیل کو بھی ساتھ دینے پر آمادہ کر ہی لیا۔ تب یہ سب ملکر خان سرور خان نواب آف ٹانک کے پاس گئے۔ انہیں بھی آمادہ جنگ کرلیا۔ (شاید ان کے مابین رقم کی ادائیگی پر سمجھوتہ ہوا ہو) نواب آف ٹانک نے اپنی توپوں کو بھی جنگ میں استعمال کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ٹانک لانے کی سرکردگی میں پیزو کی طرف کوچ کیا۔ تنگہ پہنچے تو مروت بھی شامل

ہو گئے۔ ادھر لکی میں خان صابی زیارت کے قریب مروتوں نے اپنے خیمے گاڑ رکھے تھے۔
نعرووا کے مقام پر توپوں کے منہ کھول دیئے۔ دیگر مروت بھی شامل ہوئے۔ مانک رائے
نے اپنی ہندکو میں نواز سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ جنگ میں ہم پہل کریں گے۔ اور آپ
لوگ ہمارا تماشہ دیکھیں۔ (کیونکہ انہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا) ادھر مروت کو کب آرام
آتا۔ وہ بھی متحرک ہوئے۔ اور تلواروں کو نکال کر خوب داد شجاعت حاصل کر لی۔ جرس
شاعر نے خاص طور پر اکبر اور گلباز عیب خیل کا ذکر کیا۔ انہوں نے روانگی سے قبل ہی قسم
اٹھا رکھی تھی۔ بدقسمتی سے مروت کو شکست فاش ہوئی۔ اور بہت سے مروت قتل کیئے گئے۔
ان مقتولین میں سکندر اچو خیل اور ظفر خان دید شیری ابا خیل کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔
(سوال پیدا ہوتا ہے یہ جنگ کس مقام اور کب اور کس کے خلاف ہوئی) بہر حال مانک
رائے نے توان جنگ کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ انہیں بھی زک پہنچی تھی۔ ان کے لشکر کو مالی اور
جانی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

بقول شاعر شیری کے سارے بیٹے پہلوان تھے۔ قوی ہیکل عیسک خیل سے ان کا تعلق تھا۔
میدان جنگ میں کود پڑتے تھے۔ گلباز، سیلی خان، بھائے خان، مہید خان، مزم و مہر اعظم،

شہنواز سب مرد میدان تھے اور عیسک خیل سے ان کا تعلق تھا۔ یہ سب مارے گئے۔ ان مرحومین کے لواحقین سر بخاک تھے۔ رو رہے تھے۔ خاص طور پر درزی خیل سود اللہ، گل بیگ، عبداللہ اور کمر کا بہت ذکر کیا کرتے تھے۔ اور یاد کرتے تھے۔

یہ تینوں سود اللہ کے بیٹے تھے۔ گل رنگ ولد باز گل جو مارے گئے تھے ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ شاید وہ جوانی ہی میں لقمہ اجل ہوئے تھے۔

ابو ولد ظفران بھی ان مقتولین میں شامل تھا۔

مانک رائے نے زر تلافی جنگ طلب کیا گویا تو ان جنگ جو مروت قبائل اور نواب آف ٹانک میں وجہ نزاع بن گیا۔

ختکو اور ۔ مروتو کسر

از میر ہوس

پس منظر:۔

شاعر خیال ختکوں کی طرف سے مروتوں پر حملہ کرنے اور لوٹ مار مچانے پر

فکرمندی کا اظہار کرتا ہے۔قبیلہ خٹک اورقبیلہ مروت میں اکثر وبیشتر ایک دوسرے پر یلغار کرتے۔لوٹ مار مچاتے۔جانوروں کو بھگا لیجاتے۔اس کشمکش میں دونوں اطراف سے قیمتی جانوں کا نقصان بھی ہوجاتا۔تذکرہ کسر میں ایک خاص واقع کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں خٹکوں نے مروت قبیلہ پر حملہ کردیا۔اس وقت نفسا نفسی کا ماحول تھا۔کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔زور کی حکمرانی تھی جان و مال غیر محفوظ تھی۔جنگل کا قانون رائج تھا۔زور کا راج و رواج تھا۔جن کا بس چلے مخالف پر زور آزمائی کرے۔اسے مالی اور جانی نقصان دے۔گویا زور کا راج اور رواج تھا۔جسکی لاٹھی اسکی بھینس۔

شاعرخیال نے مروت کے چند چیدہ چیدہ اشخاص کی جوانمردی اور بہادری کا خاص ذکر کیا ہے۔جو یہ ہیں۔رضا خان سالار خیل' لاجمیر مروت اور سلطان ہند کی کی بڑی تعریف کی ہے۔اور خٹک قوم کے قبیلہ منچیا کا ذکر کیا ہے۔جنہوں نے ہمیشہ مروت قوم کوزک پہچانے میں پہل کرتے رہے۔

پہ زړه باندے مے پنډے شیارتولیرے لیرے

نن مے پہ زړه بیا راغلے ئی شو میړو سمیرے

منجیا ختہکان دی همیشه ئی موژ نقصان وی

تاختو ته راسپاره سی مصلحت اوکی اورے

اینامه په ترخه کچهه په ختہکو په ښکاره کړے

دلته رضا خان په جنگ باندے زارے کړے

مه راجو ختہکو رب مو میلے که سپیرے

ختہک کله دریڅی په ګووارے ئی نظر وه

تر غواؤ ئی کړه تیره برادر لما ئی اثر ده

ختہکو سپرو واچه ولے غواؤ چه پرے

چیرے تورے جائے وی سلار خیل به په حاضر سی

هغه زنړی ستایم چه چوک داسې جائے چه نر سی

رضا خان ئی شاغلیتو جبرے لاړے تر ګرے

عیب زوئے لاجمیر وه وراغلئے هواګیر وه

ده مے ئی ختہک سرکه په تورے باندے پرے

تورے خوراک ته که بیائی هسے حلال کړنے

یاره لکه لوند لرګے چه پرے کے په آرے

د نهائی زوئی سلطان وه وائی چه پیاوړے ځوان وه

پاس په ارکو چه په خټکو کړی نارے

سلطان وئیل خټکو تاسو لشکی توخته وه کو

ایوه ساعت به دلته سره اوکو مسخرے

سلطان چه وار په اوکه میړ نائے وه رنګ ئی شه که

سپور ئی اچولئے خټکانو کړے خورے

خټکو ویل پیره ده هائے عجبه لنداره ده

اورے خو په کور چه هر سړے جان ته غیره ده

ایوه تن چخه درومو خپلے پزے مو کړے پرے

خټک په بدو پام سه همیشه په موڅ یریږی

سترے قصے وکی چه له کوره وه سپریږی

بیا بہ زړ ور پہ مالو نہ کوی پیرے

میر هوس وائی کسرونہ پہ چہ ستائی شہ میړونہ

لہ خدایہ چخہ غواړی جنت حورے لندارے

تشریح/ترجمہ:۔

شاعر خیال کو آج بہت فکرمندی لاحق ہے۔ وجہ قبیلہ خٹک کے منچا نے ایک بار پھر مروت قوم پر حملہ کیا ہے۔ رضا خان مروت نے خٹک قوم کو سمجھانے کی کوشش اور اسے باز رکھنے کی تلقین کی۔ مگر قبیلہ خٹک کی نظر مویشی لوٹنے پر تھی۔ اور انہوں نے یلغار کر ہی دیا۔ میدان کارزار گرم ہوا سالار خیل جو بنیادی طور پر جنگجو قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔ میدان میں کود پڑا۔ یہ مروت قبیلہ سے تعلق رکھتا۔ اسطرح عیب ولد لاجمیر مروت نے داد شجاعت دی۔ خٹکوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور وہ پسپا ہو گئے۔ شرمندہ' پشمان' واپس ہوئے۔ مزید بھائی دلد سلطان ہند کی جوانمرد' بہادر تھا۔ بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور خٹکوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ آخر میں شاعر خیال اپنے حق میں مغفرت کی دعا مانگتا ہے۔ اور کسر بخیر ختم ہوا۔

ممہ خیلو اور پنجو خیلو کسر

از جرس

خلاصہ:-

دو قبیلوں ممہ خیل اور پنجو خیل کے مابین جھگڑا اس بنا پر پیدا ہوا۔ کہ ممہ خیل قبیلہ نے پنجو خیل قبیلہ کے کچھ مال مویشی بھگا کر لے گئے۔ پنجو خیل نے ردعمل دکھایا۔ دونوں کے درمیان دوبدو لڑائی ہوئی۔ اور تلواریں چلیں۔ ممہ خیل کے سردار سوران تھا۔ جبکہ پنج خیلوں کا سرلشکر وزیر تھا۔

بڑا نامی شخص ولد نحمل بھی شریک جنگ تھا۔ سوران ممہ خیل نے وزیر پنجو خیل کو تلوار کی وار سے زخمی کر کے اسے قتل کر دیا۔

شاعر خیال جرس مقتول کے ساتھیوں کو ترغیب دیتے ہیں۔ کہ اس کا بدلہ لیا جائے۔ ورنہ آئندہ کے لیے اسے فریب کاری تصور کیا جائے گا۔

مزید تشریح بحوالہ اشعار ملاحظہ ہو۔

زړه مے تیکه نه کوی ګوګل کنبے لوئیده

کشلے محبوبے پیزوان په سونڈو رپیده

اتڼ ځوئے د ظفر دے نن ئی بیا کړے هنر دے

تاخت ئے کړه تیار په پنجو خیل وترسیده

وخت ئی بریجر وه چه راتول ئی کړه مالونه

دلته پنجو خیلو پسې اووهل ڈولونه

چیغه په گڈیڑی پنجو خیل پسے سپریڑی

په سر چه ئی وزیر ده یاره نه به ودریڑی

یاره سپینو تورو ته راجی لکه ړانده

بڈا ځوئے ئی بخمل ووژغ ئی اورے پاس په تهل وه

دوه سره تربرونه سپاره سوی په عمل وه

سانگو غرب به وکی که دشمن ئی اولیده

دالته مے وزیر چه په میدان وخزوله

یاره لکه شین زمرے چه اوځی له جنگله

سپرو په غوربیړ چیووت بیاتونه وګرزیده

وزیر وه که سوران وه دوی سم سوه سره ساری

ګوره یو په بل ئی سره اوکړو تورو واری

سوران چه وار په وکه میړنائے وه رنګ ئی شه که

اجل توره تیره ده په وزیر ئی فسات وکه

شاغلے سورانړائے وه اوس تر پاته سوه سراپه

لکی تر دنیا تیر سه په ډولوبه ئی ساپه که

که دا ننګه ونسوه دے ملو ملګیری چه سوه

هر سړے به دروئے کوی دغه ئی سوله بکه

بس دے وی جرسه نادیده کسرے دے جوړ که

ایمان له خدایه غواړه په اخلاص نمونج و روزه که

آج دن بیقرار ہے۔ محبوب کے پیزوان (ایک زیور) آویزاں ہے۔ وہ بل رہا ہے۔ میرا

دل بھی بیقراری سے مضطرب اور دہل رہا ہے۔ شاعر بیان کرتے ہیں۔ کہ جب اٹل ولد

ظفر ممہ خیل نے پنجوخیلوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور کچھ مویشی کو بھگا کر لے گیا۔ پنج خیلوں نے سخت ردعمل رکھا۔ ان کا پیچھا کی۔ اور اسطرح دونوں خیلوں کے درمیان خون ریز تصادم ہوا۔ پنجوخیل کا امیر لشکر وزیر نامی شخص تھا۔ نڈر شخص تھا۔ تلوار سے نہ ڈرنے والا۔ اس کے مقابلے میں بدا ولد نحمل قبیلہ ممہ خیل سے تعلق رکھتا تھا۔ دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ دونوں آپسمیں تربور تھے۔ وزیر نامور شہسوار رزم تھا۔ مشہور اور شہرت یافتہ تھا۔ وہ بہادری کے لئے شیر مشہور تھا۔ وزیر اور سوران کا آمنا سامنا ہواد۔ ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا۔ مگر سوران نے اس محاربہ میں وزیر کو قتل کر دیا۔

شاعر سروپہ شخص سے مخاطب ہے۔ کہ اب سب کچھ آپ کے لئے رہ گیا ہے۔ کیونکہ وزیر اب نہیں رہا۔ جس کی شہرت کا ڈھانکا بجایا جاتا تھا۔ مزید اسے ترغیب دے رہا ہے۔ انتقام تم نے لینا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو فریب' دھوکہ اور مکاری رواج عام بن جائے گا۔

جرس اب بات کو یہی روکو۔ اگر چہ یہ واقعہ لمبا اور چشم دید بھی نہیں۔

خدا سے ایمان سلامت کی دعا مانگو۔ نماز اور روزہ کی پابندی کیا کر۔

المروال کسر

از جرس

شاعر کہتا ہے۔ وہی کچھ بیان کرتا ہوں۔ جس کی مجھے علم ہے۔ آج پھر دل بیقرار، مضطرب اور شعر کہنے پر مجبور ہوں۔

وئیل کوم وئیژم هغه وایم چه پهیژم

ننه په کوګل چه مے زړه نه کی قراری

یو کال په موژه ارغے که په خیر په موژه تیر سه

نغن په بیعه ګران سه موژ ته موتو متواری

ډیر خلق ئی خوار که په ډډی ئی کنکنار که

نیا مده کنکنار باندې ئی وکه جواری

المر که شه کولے ده ډډی ئی مه کولے

قامو بدی دمے نه کی خدائے به تل ورکی بری

لرے په مروتو چه الرم ئی خان ژغ ده

نیا وزئی ختک ئی ایل کہ پہ گندی ئی خیسوری

دلخوازی نوم ئی یو قام دہ پہ بدئی ئی سرہ پام دہ

همیش کوی تاختونہ پہ یو بل کوی تیری

تاخت ئی ممہ خیل پہ لغر خیل باندې ئی وکہ

غوا اوشے ئی بوتے چہ راوړی ئی زوری

ڈول پہ چہ ڈنگیژی پنجو خیل پسې سپریژی

مداغرب وئیل اتلہ اوشے مہ بیا پہ لہ تهلہ

ن بہ پہ سرو وینو سرہ اوبیوؤ نری

اتل ویل مداغر پہ تہ قصہ کہ لہ ادبہ

تالہ را چخہ وکہ موژہ تا سرہ وروری

سپرو سرہ گڈے پہ دروغ نسی سړدے

پرے ایستی ئی نواز دہ لکہ ناوے کتوری

تیر سوے تر ویجارے پہ ارمان لہ دنیا لاړے

اجل سیلئی ئی وچ کڑہ ئی ویجاڑے کستیری

اتل څوئی دے هندال وہ برامو چہ دیوال وہ

مروتو چہ ئی ژغ دہ لکہ درگے چہ زمری

زمرائے دہ ئی جنگلو شایستہ تر زیڑی گلو

سپارہ ئی دی لہ کورہ ورسرہ ئی سغوری

بس دے ئی جرسہ یارہ دلتہ ودریژہ

گورہ خدائے دے مہ کہ پہ ایمان چہ نیمگوری

ترجمہ/تشریح:۔

قحط زدہ سال ہم پر گزرا۔ گندم مہنگا ہوا۔ اب لگا جیسے موٹ یعنی مسور کی دال، خواری مسلط ہوئی۔ قحط کی وجہ سے زرخیز زمینوں کو رہن کرنا پڑا۔ الرنامی شخص نے موقع کو غنیمت سمجھا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے خٹک اور مروت قبیلہ دونوں کو لوٹا۔ یہ امر حق ہے قوموں کے ساتھ جو کوئی زیادتی کرنے سے خود کو بچائے رکھے وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ ادھر دلخوزی قبیلہ آپس میں دست و گریبان رہتے تھے۔ انہوں نے ممہ خیل نظر خیل

پر چھاپہ مارا۔ اور مال مویشی کو بھگا کر لے گئے۔

پنجوخیل نامی قبیلہ کا پیچھا کیا گیا کیونکہ وہ مجرم تھے۔

مدرغرب نے اٹل خٹک سے کہا۔ کہ ان اونٹوں کو واپس کر۔ جن کا نتیجہ بڑات بھیانک برآمد ہوگا۔ مگر اٹل نے نفرت کے ساتھ اسکی بات ٹھکرادی۔ اس نے مزید کہا۔ تم ہمارا ساتھ دو۔ کیونکہ ہماری تم سے دوستی ہے۔

مزید کہا لاف زنی سے کام نہیں چلے گا۔ نواز خان خیل جو بہت خوبصورت جوان تھا۔ اس ہنگامہ کی نظر ہوا۔ اٹل نامی شخص جو پسر مندال ہے یہ براموخیل کا بڑا سہارا تھا۔ وہ بھی کام آیا وہ بڑا بہادر تھا۔ جو سارے مروت قبیلہ میں نام رکھتا تھا۔ ان کے پاس لڑاکا جوان بھی تھے۔ گویا شہسواروں کا جھتا رکھتا تھا۔ یہ خٹک قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ (سنوری قبیلہ ہے جو خٹک ہے)

اے جرس (خود) سے کہہ رہا۔ ادھر رُک جاؤ۔ قصہ ختم کردو۔

دعا ہے ایمان سلامت رہے آمین۔

نوٹ:۔ جرس مشہور کسر خواں ہے۔ مگر موجودہ کسر کے ساتھ انہوں نے انصاف نہیں کیا۔

صرف خٹک قبیلہ کی شکست کا غیر مجمل ذکر کیا ہے۔ جو تشنہ تشریح ہے۔

زبان و بیاں بھی بڑا ادک اور متروک الفاظ کا ملغوبہ ہے۔ لگتا ہے راقم الحروف نے بھی اس کسر کی تشریح میں خود کو بے بس پایا۔ مجذوبؔ نے بھی تشریح اور تحقیق کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ صرف گلو خلاصی کی ہے۔

واللہ اعلم

نیازیو کلام بیکو خان وال

از میخان

پس منظر:- نیازیو نے مروتوں پر حملہ کیا۔ جس میں بیگو خان مارا گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس کسر میں دی گئی ہے۔

زہ حیران سوم ئی خنانو چوزول تہ

لور پہ لورہ ئی لشکرے وربھیژی

شپہ لنئی ئی ستری ورستہ ول سنبل تہ

یارانو ئی نیازی لشکرے زور ده

دلالان ئی چینول وه گنرل ته

یارانو نیازی په بدو پام سه

پښے ئی رواخستے مورتو شرمول ته

صبا ته سره لکه سره جګړه

تورو توپکو چیګه سره لوخړه

بیګو خان زمرائی وه زمرائی وراغے ځنګل ته

په میدان حاجی ننګر سوه سره ساری

ده جاجی په ننګر ډیره کړی دی واری

حاجی توره وریړے نه وته ګوګل ته

شاباش شاباش دے پتے زویه شیرانه

ته ئی اچوخیل په زنړو ګرانه

نو یو غوندے مټ کوے غوبل ته

کہ مے چار کہ اچو خیل تر زنړو واړو

پہ جائے تور توپک چہ شوہ پہ غاړہ

نیازائی ئی نہ پریشو دے کنے لګول تہ

نیازائی ماتہ ګډہ وی درومی کنډل تہ

مروتو کہ بیګو خان ننګہ وہ نکړہ

بیا دے پوزی خرچوی جی دے ګومن تہ

دہ دستګیرہ ورونړہ ئی چرنګ سرہ ناست دی

زړہ ئې خوار شی چہ ئې اوګوری بنیل تہ

یارانو دا کلام میخان ویلئے دے

زړہ ئی بیان سہ شو میړو مخصولول تہ

تشریح/تفہیم:-

لب لباب ان اشعار کا یہ ہے۔ کہ نیازیو نے ہر طرف سے لوگوں کو جمع کیا (برادری اور ہم خیال) اور ہمہ طرف سے مروتوں پر حملہ آور ہوئے۔ تا کہ مروتوں کو شکست

فاش دی جائے۔

صبح ہوتے ہی لڑائی شروع ہوئی۔تلواریں اور بندوقیں استعمال کی گئیں۔

بیگو جیسے شیر دل انسان مقابلے کے لئے آگے بڑھا۔ اور اپنے مد مقابل ننگر کے ساتھ نبرد آزما ہوا۔ بیگو خان نے متعدد مد مقابل پر وار کئے۔مگر بر آور نہ ہوا۔

شاعر نے فتح خان (پتے) ولد شیرانہ کی تعریف کی۔ جو اچوخیل کا خلاف تھا۔اور ہر ایک کا پسندیدہ تھا۔معلوم ہو۔شیران عسیک خیل قوم سے تعلق رکھتا۔ پتے (فتح خان) نوجوان تھا۔ناتجربہ کار' تو بھی میدان جنگ میں کود پڑا تھا۔اچوخیل نوجوانوں کی تعریف میں۔کہ وہ بندوقوں ے مسلح تھے۔انہوں نے نیازیوں پر حلہ بول دیا۔اور اسے آرام نہیں کرنے دیا۔

نیازی قبیلہ کا شعار قتل وغارت گری ہے۔سامان لوٹ مار کے ساتھ کنڈل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔(غالباً بیگو خان قتل ہوئے) اب شاعر کہتا ہے کہ مروتوں پر لازم ہے کہ وہ بیگو خان کے قتل کا بدلہ ضرور لے۔تو ان پر برا وقت آئے گا۔مثال شاعر نے یہ دی کہ وہ درہ گومل میں واقع پیزو میں پنکھا فروختی کا کاروبار شروع کر دیں گے۔ یہ ایک قسم کا مروتوں

کے لیے پیغور ہے۔ یہ کام/شغل اکثر و بیشتر مروت خواتین کرتی ہیں۔

دستگیر کے بھائیوں کو دیکھو کیسے انہوں نے اپنے شملے اوپر رکھے ہیں۔ شاعر کو ان نوجوانوں کی بے حسی راس نہیں آئی۔ اور ان پر طنز کا نشتر چلایا۔

شاعر کے مطابق انہوں نے یہ اشعار جان بازوں کی نذر کردی ہے۔

سرفراز ..... منیاخیل کشر

شاعر جرس

ماخذ:۔ سرفراز منیاخیل کے قتل کا ذکر ہے۔

که ډیر زړه صبر کوم صبر مے نشی

په فانی دنیا به هیڅوک پاتے نشی

په پنجه لودی ئی کړے دروند لشکر ده

هائے کارونه بنړیا سوی په دفتر وه

په دفتر باندے بنړیا هغه به اوشی

سرور خان لشکر له لاندے راخستلئی وه

هسے وائی عیپ خیل چه اړولئی وه

زنبور کو ډزه هار توپک ویسته شی

مخامخ ئی سره لکه کړه جګړه

میړنیو زنړو شه وروړتکره

چه دانه د چا پوره هغه به مړه شی

سرفراز په تنبو دے کړله ګډه

په دروغو میړو نه کیژی سوډه

ئے تا جنګ به په ډهلی چه یادیده شی

شاغلو سخړے راغللے هم غاړے

میړنیو سخړے خاورو ووته لاړے

ارواخونه به ئې خاورو میلمانه سی

که چا ویل چه سرفراز راغے له جنګه

په اور سوے مور ئی ناسته ده ملنګه

سرفراز باندے به ئی چرنګه زړګے شه شی

د حیدر زړکائے کشلے له جګره

چه تر غوږ ئی سرفراز ئی مرګ خبره

خوشی خوب ئی بالکل نسته چه اوده شی

لګئی سوز دے لوګ که سرفرازه

په تمام جهان چه تائی مرګ اواز ده

نور پیدا به داسے کله پشتانه شی

سرفراز ئی که تر تورو خاورو لاندے

برکت کے دیوانه په پګړئے باندے

مرکو ته به ئی پلار په نام باله شی

شائسته عزتی باز سره منګولے

په میدان ئی شاغلتو قصے کیدلے

بازان تل واری کوی چه الوته شی

متهو خان چه ئی خریان په زیدو سه

حیدرئے بیلتانه په لنبے وسه

متهو خان ئې زړکائے کشلئے ده په نسی

بائسست به ئی نواب پکړئے کوری

ارواح تلے تش کالبوت په دنیا شوری

نواب پسے به ړوند په تور لیمه شی

یارانو یو زیندکئی اتمان خیل وه

که منئے ئی ترختلئی سانکے سیل وه

ئی شاغلو ژغ خو لرے اروېده شی

جرسه له چیشتنه دیدار غواړه

له هر چا چخه به پاتے شی ویجاړه

دے حضرت امت دے واړه اوباخشه سی

تفصیل وتشریح :۔

شاعر مضطرب ہے۔ سرور خان کئی خیل نے مروتوں پر سامان ضرب وحرب سے لیس ہوکر توپ وتفنگ لئے ہوئے آیا۔ عیب خیل نے راستہ روک لیا۔ اور جنگ شروع ہوگئی۔ جوانمرد بیپ خیل نے یہ سمجھ رکھا تھا۔ کہ قسمت کا لکھا ہوا پورا ہوگا۔ جس نے مرنا ہے وہ مرجائے گا۔ سرفراز کے خیمہ پر یلغار کیا گیا۔ اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ آوازہ ہر سو پھیل گیا۔ کہ سرفراز منیا خیل قتل ہوئے۔ اور بھی خوبصورت نوجوان قتل ہوئے تھے۔

سرفراز منیا خیل کا انتظار میں ان کی ماں بے بسی کی تصویر بنی تھی۔ حیدر پسر سرفراز دل شکن تھا۔ کیونکہ اس کا باپ سرفراز قتل ہوئے تھے۔ لکی شہر سرفراز کے بغیر ملال اور بدحال ہوا۔ تباہ اور برباد ہوا۔ شاعر نے سرفراز کی بڑی تعریف کی۔ کہ ایسے پشتون بھی شاید پیدا ہو۔ اب ان کے بغیر مجلس شوریٰ میں کون جائے گا۔ ان کا باپ!

شاعر قصہ نے مزید چند نام وروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً عزتی، خوئیداد خیل، لٹو خان غازی خیل، اور دیگر جسے حیدر خان پسر سرفراز، ہاکست خان سب کبیدہ خاطر ہوئے سب بے حال۔ بے جان ہیں۔ نواز سرفراز کی موت پر سب رورہے تھے۔ ان کی انکھیں بے نور

ہوئیں۔

ایک اور نامور مرد میدان زیند کی اتمان خیل کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔اس کا بڑا شہرہ تھا۔کیونکہ بہاردروں کو سب تعریف کرتے ہیں۔اور سب جانتے ہیں۔

جرس حضور ﷺ کا دیدار طلب کر۔کیونکہ دنیائے دنی فانی ہے اور امت مسلمہ کی مغفرت کی دعا کو۔

د مروتو او د نیازیو کلام

از نیک شاعر دین محمد

خلاصہ:۔یہ کسر نیک نامی شاعر کی تخلیق ہے۔

اس میں قبیلہ مروت اور نیازیو کے درمیان جنگ کا ذکر ہے۔لوٹ مار کے ارادے سے نیازی مروت قوم پر حملہ آور ہوئے۔مگر شکست کھائی۔اس جنگ میں اسماعیل نیازی ظفران بیگو خیل کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

زوره وره خدایه چوره دے پړ دے دی

ما په زړه راغلے شو میړو کړ دے دی

دے ایوه توفیق مے بل ته نه رسیږی

تر بحره تر مکہه نیازل تهول سوه

نیازی واړه راوتلی په هودے دی

مروت مه لوټه ته مه ورجه نیازیه

له مالو سره ئی پنډے بدرګے دی

د مروتو کیږدے مه ویشه خانزمه

په چه ناستے شے زمرئے پشتنے دی

یارانو رتلے ئی فقیر ده چه سپور ئی اچاوه په عقل جیر ده

حاجی خان ئی اتمل خان سره دعوے دی

میړنیه بیګو فتح دے مبارک سه

دے میدان سانګے دیاوسپینو نینے دی

میرنی به ئی خروی چه چوک غاش تم کا

دے بیکارو په زره پنډے اندیشنے دی

اباخیل ئی سانګو جائے ده مرغ ئی شه کے

چه په لاس ئی باوری سانګے اوژدے دی

اچو خیل مروت لنډده پشه ئی تم کے

ممه خیلو په پلوؤ ایشے ډیوے دی

ظفران چه که تنګیژی اسپه تیجله

منګولے ئی اسماعیل په وینو سرے دی

اسماعیل ده اچولئے ده په سانګے

میرنیه پرے خومه وزے له توانګے

اسماعیل باندے دے واړو رنګے شے دی

احمد خیلو رنګے تا شے کړے قطبی

نیازی ګولے دے نغرلے په سینے دی

له مروت به بری نه یوسے نیازیه

او سر وهلو نه مکے (د) مدینے دی

په مروتو چه مے تہنڑه اخوند علیم ده

په وطن ئے دے بزرگی نارے سورے دی

په نیکه دی اره ورہے ده نیازیه

قتگی په میلے ونے زرغونے دی

مروت خپل زنہری مے وارہ جنگ یاران دی

په لاسو ئی تور توپک زیرہے لیندے دی

یارانو چه نیازئے په ماتے کوژ سه

اوس راپاتے کتھورء سپینے چینے دی

جنڈنی وئیل به چه کوم چه تیر سوه

(هائے) دا جگرہے ئی دینک په زمانیدی

تشریح/ترجمہ:۔ اللہ تو قادر مطلق ہے۔ آج بہادر نوجوان پر ظلم ہوا۔ ایک دوسرے کے کام

کوئی بھی نہیں آتا۔ ہر ایک نے خود کو بچانا ہے۔ گویا ایک دوسرے کی دستگیری نہیں ہو رہی۔

بچر سے لیکر مکڈ تک سارے نیازی جمع ہوئے۔ ان کا ارادہ بد تھا۔

اے نیازیو۔ مروت کو مت لوٹو۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مال مویشی کی حفاظت کے لیے انتظام کر رکھا ہے۔ اے خانزما۔ مروتوں کا گھر کا سامان مت لوٹو۔ نہ آپس میں تقسیم کرو کیونکہ یہاں باپردہ غیور خواتین موجود ہیں۔

حاجی خان اور اٹل خان کا ایک دوسرے پر دعوے ہے بہادر بیگو خیل تجھے یہ فتح مبارک ہو۔ گویا اس جنگ میں بیگو خیل فتح یاب ہوئے۔ میدان جنگ میں نیزوں کا مقابلہ کوئی سخت جان ہی کر سکتا ہے۔ جیسے لوہے کے چنے وہ چبا سکتا ہے۔ جن کے دانت آہنی ہوں۔ جو بیکار اور ڈرپوک ہو۔ وہ ناکام نامراد ہو جاتے ہیں۔

انا خیل نے جوانمردی دکھائی۔ نیزوں کے جوہر دکھائے۔ اچو خیل مروت اپنے قدم جمائے رکھ۔ ممہ خیل نے کامیابی کے جوت جگائے۔

ظفران بیگو خیل نے اسماعیل نیازی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے۔ اے قطب تم نے احمد خان کا نام روشن کیا۔ بہادری دکھادی اور تم نے نیازیوں کے وار اپنے سینے پر روک لئے

۔تھام لیے۔اے نیازیوں۔تم مروت کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔مروت کے ساتھ مکہ اور مدینہ کی حمایت حاصل ہے۔گویا وہ حق پر ہیں۔مروت قوم میں علیم جیسا اخوند بزرگ موجود ہے۔ان کی پرہیزگاری کا شہرہ ہے۔قتلی بہرام خیل کے گھر بار میں فراغت ہے۔جبکہ نیاز برباد تباہ حال ہوئے۔مروت کے باسی سارے جنگجو ہیں۔یہ تلواریں اور بندوق بدست ہیں۔نیازیوں کو شکست دیدی گئی۔ان کا برا حال ہے یہ ماضی کی یاد کی تکرار ہے۔کیونکہ یہ واقعہ دینک کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔گویا میرے زمانے میں ہوا۔

صورت او شہباز مندرہ خیل نیازیو کلام

از جرس

خلاصہ:۔اس کسر میں صورتؔ اور شہبازؔ مندرہ خیل کی قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔یہ دونوں بھائی تھے۔عیسیٰ خیل اور میانوالی میں ان کے بہادری کے چرچے تھے۔یہ دونوں بھائی گھوڑوں پر سوار میانوالی یا عیسیٰ خیل کی طرف جارہے تھے۔ان کی خٹکوں کے ساتھ پرانی

دشمنی تھا۔ دشمنوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ دونوں بھائیوں نے خوب مقابلہ کیا۔ جوہر دکھائے۔ مگر آخر کار دونوں بھائی قتل ہوئے۔

گوره یو کلام درته وایم صورتی

دا سکی رب دے دا دور باندے وکی

له دے دنیا خو لاړه خو هورے دے په جنت وی

صورت وه که شهباز وه دے تر ناپه لور روان وه

هورے په تر نا چه په دشمنو باندے پیش سوه

دوه سره زمری وه چه نه وکړه نستی

صورت وئیل چه وروره اوس به چړنک په تیریږو

لار نی ده نیولے له دشمن چخه ویریږ

سرونه به زیاتی کو که دے سانګو دے ناست وی

شهباز وئیل چه وروره اوس به چیرے جو تر کوره

توره ډهال په لاس کدا خپل جان جندے وزغوره

الله به مو په تیر کی که په موژه کرامت وی

باگے ئے ورواخستے سوره ئی په وروه کړه

له دشمنو چخه ئے هیچه ویره نکړه۔

شاباش دے وی شاغلو زړو تل داسې عادت وی

پسه مے صورت بیا په ختمک وخزوله

صورت ئی اچولے سکانړے تسه گاتی تلله

کوز ولاړ په پشو وه دے میړو دومره قوت وی

گوره خدائے رحمت کے په شاغلیو میړو باندے

میدان په سپینو تورو چه ئی شو میړو صحبت وی

شهباز چه وارئے وکه میړ نائے وه رنگ ئی شه که

وړور ئی که په مخه ده ختمکو ته ورنکه

تل شهباز په تورو چه ئی واری په عادت وی

ختمکو ویل مروتو درسته واچوه راشول شه

شهباز ویله خټکه که میړه ئې رانزدو شه

چه موږ توره په لاس چې ورکوؤ بیا به قیامت وی

غوبل ده ئی خټکو ئی (په) صورت په شهباز گرزی

گوره الله داد وروڼره زمری جائے ئی جنگل دی

قام رنگے نی شے کړے په شاغلو دے رحمت وی

دلته خټکانو سپرو یو جبله نارے کړے

باکے جندے نیسو ببر زمری مروت دی

صورت وه که شهباز وه په ترنا چه ئی اواز وه

چیرے چوک ژغیژی خوئی دوئی به په صفت وی

یاره له صورته شهبازه مے زړه شه ده

گوره ئی شاغلو جائے خو دغه ده بل نه ده

گتے مسلمان کی چه ایمان ئی سلامت وی

زه جرس شیاریم دے میړو کسرے جوړ که

وارہ دے خدائے خلاص کی چہ دے پاک نبی امت دی

تشریح:۔صورت اور شہباز دونوں ترنا (مقام) کی طرف روانہ ہوئے۔ترنا کے مقام پر دشمنوں سے آمنا سامنا ہوا۔ دونوں بھائی گھبرانے والے نہ تھے۔صورت نے کہا' دشمن سامنے ہے۔اب گذرنا محال ہے۔اب سوائے لڑنے کے کوئی اور سبیل نہیں۔دونوں آمادۂ جنگ ہوئے۔اب کوئی کرامت ہی ہماری جان بچا سکتی ہے۔مقابلہ اور محاربہ ضروری ہے۔انہوں نے یلغار کیا۔بے خوف وخطر ہوکر' شاباش' بہادروں کا یہی شیوہ رہا ہے۔ صورت گھوڑے سے گر گیا۔تو بھی کھڑا رہا۔شہباز اس کے پیچھے سے آیا۔شہباز نے خوب دادشجاعت دکھائی۔انہوں نے بھائی کو اٹھا کر خٹکوں کے قبضہ میں نہ رکھنے دیا۔خٹکوں نے کہا۔تم تلوار کو ہمارے حوالہ کرو۔مگر شہباز نے مقابلہ کے لیے للکار کر کہا۔اگر مرد ہو۔تو سامنے آجاؤ۔(یہاں اللہ داد کا ذکر ہے۔کردار معلوم نہیں۔)

اللہ داد دیکھو۔ان بھائیوں نے اپنے قبیلہ کا نام روشن کر دیا۔خٹکوں نے ہلہ بول دیا۔کہا۔ ان کے باگ ڈور پکڑ لو۔یہ جوانمرد مروت قوم کے افراد ہیں۔ان کا شہرہ ترنا تک پہنچ چکا تھا۔دوستو۔صورت اور شہباز نے جو جرات اور جوانمردی دکھائی۔قابل ستائش ہے۔

مسلمان وہ ہے جو ایمان رکھتا ہے۔ اور صاحب ایمان صاحب جنت ہوا کرتا ہے۔ کسر کا خاتمہ کلمہ دعائیہ پر ہو جاتا ہے۔ دعا ہے۔ کہ ساری امت مسلمہ جنت واصل ہو۔ آمین

مٹ آدم زی کلام

از هوس

غوژ کیو یارانو هائے کارونه دے ستار

مټ وکړه درویته په طوران په جمعدار

ګوره په غرمه ئی په لوړه چه مرکه کړه

دلته متهو خان مے ورته جوړه منصوبه کړه

یو تول ئی ادم زیو چار چاپیر که خبردار

میرات زوئی پردل ده دے سپرلی زیړو هتکئے ګل وه

ده توم اوړنبئی په جمعدار که تورے وار

تورے لړ به که سوه خبره خلقه سوه

ړنګ تو متهو خان که ئی والی لکی سردار

سردار وه په خیل قام چه تورے دار وه

په ماشام چه میلمنو باندې يے حده مینه دار

بل وروړ ئی

طوران وه کرولے په چه شان ده

درسته ئی په لاس نه وه په چاړے کوی ګذار

چاړے باندے ئی جنګ که غلیمانو جائے ورتنګ که

ګوشی طوران خان وه چه په ډیر تنه ئې ړنګ که

نسته ئی ونکړه طوران وه ئی تورے یار

برائم زمن بازان وه نن په چه نیماګئے مړه سوه

هر څوک ئی ارمان کی تورو خاورو میلمانه سوه

انیامه که په وسه ئی مرګی ګنده نتار

دواړه امیران وه جمعدار وه که طوران وه

دواړه په پټے په مونسے خیلو باندے گران وه

ناست وه په والیے چه دوئے له هیچا نه وه ډار

ډار ئی له چا نه وه دوئے کشکی پښتانه وه

ډیر تر مینه دار په مسافر په میلمانه وه

ننگ قصه به ئی تل کیده ئی بنوں په بازار

بنوچئی وه که مروت وه هر سړائے ده په صفت وه

برائم زوئے جمعدار وه خدائے ورکړے برکت وه

پټیو چه شکاره وه لکه ستورے دے سحر

زه میر هوس شیار یم همیشه به دے صفت کړم

دیدار دے الله راکړی په مدت د پیغمبر

ترجمہ:۔ سنو! دوستو۔ مٹ خان نے طوران اور جمعدار دونوں کے ساتھ دغہ بازی کی۔ اس نے لوڑہ میں ان کے خلاف سازش تیار کی۔ اپنی قوم (سپہ) آدم زی کو بھی آگاہ کر دیا۔

میراث ولد پردل جو جوان اور خوبصورت تھا۔اس نے تلوار سے پہلا وار جمعدار پر کیا۔

تلوار کی ضرب سے معلوم ہوا کہ لکی کا سردار گرادیا گیا۔

جمعدار اپنے قبیلہ آدم زی کا سردار تھا۔مہمان نواز شخص تھا۔اس کا دوسرا بھائی طوران تھا۔وہ خالی ہاتھ' تلوار مدار دتھا۔صرف پیش قبضہ(چھرے) سے کام لیا۔

طوران تنہا تھا۔مخالفین زیادہ۔لہٰذا اسے آسانی کے ساتھ قتل کیا گیا۔

برائم کے بعد دونوں بیٹے شاہین صفت تھے۔بہادر' جان باز' مہمان نواز' حسرت وارمان کے ساتھ مارے گئے۔اب ہر ایک غمزوہ ہے۔ان کی موت پر۔انہیں اچانک موت نے جالیا۔ جمعدار اور طومار خان دونوں سردار اور امیران تھے۔دونوں تپہ موسیٰ خان میں پسندیدہ اشخاص تھے۔ہ والی گاؤں میں قیام پذیر تھے۔بے خوف وخطر اور بے خبر۔(ان کی کوئی خاص دشمنی بھی نہ تھی) یہ دونوں بڑے مہمان نواز تھے۔اہل بنوں میں بھی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔کیونکہ دونوں ننگیالی پشتون تھے۔مروت میں بھی یکساں ہر دلعزیز تھے۔ برائم والا جمعدار بھی صاحب برکت انسان تھا۔اپنے خیل میں چمکتا ہوا ستارہ تھا۔بڑا مشہور اور قدر رکھنے والا شخص تھا۔

(خلاصہ :- مٹوخان نے جمعدار اور طومار پسران برائم کو دغا اور فریب سے دوپہر کے وقت بے خبری میں دونوں کو قتل کر دیا۔ شاعر اظہار افسوس کے ساتھ ان کی تعریف بھی خوب کرتا ہے۔)

جانو المروال کسر

از شاعر دوران

یارانو هائے چه غم ئی ساعت وه

چا سپیره درے پلاری کړے مصلحت وه

جانو ئی دمے تینګنړ په لور روان ده

جانو رحمان درک سره سپاره ده

سم تربرونه وه په لارے سره مله وه

په شه سومے ئی جمله مروتو شان وه

یارانو تہکنڑ تہ وراغلی دی

سری خوئی المر تہ رالڑلی دی

المر خان کہ سپریڑے نن دے وار دہ

د اسود میرو تہنڈ ورلگیا سہ

د شیرئے زوئے زمری غوندے پہ قھر سہ

دہ نر جانو غریڑی پہ سپرو چہ

لکہ شہ تنا چہ اوشی پہ اورو چہ

پہ گنڈہ پوروئی کوز کڑے دے خدائے قھر وہ

جندے داسې گنڈہ پور پہ میدان پریوتہ

سرور خان پہ ھغو ڈیرو ترینو چپواتہ

تانبوگان ئی لوتیدہ گنڑے بازار دہ

جندے داسې میخیل پہ میدان مڑہ سولہ

ما لیدلی نہ وہ صفت ئې نور کوی

چه د سرو زور ډیلهٔ ے به ئی په غوژ وے

هر سړئی مے جیروه ئی چندنړ ناروه

نن تر بیائی اباخیلو سانگو خړس ده

میخیل ئی گنده پور لشکر ئی بس ده

زوئی نه وه ورخبر چه هائے مے پلار وه

یارانو نن مے واؤریدے خبرے

داسے وائی لکه سپینے ملغلرے

گوملے چه ئی سانگے غر به هار ده

یارانو ئی زمک زوبه رحمانه

رحمانه تورو ته ورجے په قهقهه خاندے

سرکئے وینے دے له ولیو شوے بیاندے

که دغسے چاناره کړه رحمان چوک ده

شایسته جانو تربور ده بل ئی یار ده

یارانو دریم یار ئی درک ده

ماته سانگه راروی د جنگ لایق ده

چه دانه ئی پخه وی نام ئی ستار ده

زه تر جار سم فتح خانه کتې خیله

لو هانړے مروت خبر سره تاله سیله

هر میدان باندے ئی تائی سانگے وارده

وه یارانو ئی ممریز زوئے بریم خان ده

ورک ئی مه کړے کشلے کړے ئی میدان ده

کتې خیلو چه سلیم خان کور تورے دار ده

چا نارے کړے خانه زیرائے مے درباندے

ګنده پور وئی میخیلو جړ دے کشلئے ده

خانه ګته دے راوړوے له میدان ده

یارانو خان مے په نارے کړے

په دے کتے مے زړه شه نه مے په بد ده

په میرنی جانو ئی چا د لاس پر هار ده

یارانو جانو پریوت په کو ملے

خیسرئے په ساپو ودریدلے

هر سړے مے د جانو دړده بیمار ده

ته مے گوشی کله مه کوه شیریه

دے جانو په مرګ مے ډیر خلق دلګیر ده

سل ئې خوار که چه دوران نوم ئی شیار ده

ترجمہ:۔غم والم کی گھڑی ہے۔وہ یہ کہ درے پلاری نے مشورہ کیا۔اسطرح جانو ٹانک کی طرف روانہ ہوا۔جانو،رحمٰن اور درک تینوں گھوڑے پر سوار ہوئے تھے۔یہ دوست ہم قبیلہ اور ہمسفر ہوئے۔مروت قوم کی شان وشوکت ان سے وابستہ تھی۔یہ تینوں ٹانک پہنچے۔الم کو کچھ افراد بھیجے گئے۔کہ الم موقع ہے۔ابھی ابھی سوار ہو کر آ جاؤ۔

اسود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیری کا بیٹا (جانو) نہایت غصہ میں تھا۔اور بہادر جانو غصہ سے گرج رہا ہے۔آج گنڈاپور پر فدا کی قہر نازل ہوئی ہے۔کچھ گنڈاپور میدان میں کام آئے۔سرور خان نے خیموں کو لوٹنا شروع کیا۔کچھ منجیل میدانِ جنگ میں کود پڑے۔مر گئے۔شاعر کہتا ہے۔ان جوانوں کو چشم خود سے تو نہیں دیکھا۔مگر ان کی تعریف سنی ہے۔یہ نوجوان سونے کی بالیاں پہنے ہوئے تھے۔اور خوبصورت انسان تھے۔اباخیل خوب لڑے۔تلواروں سے کام لیا۔منجیل گنڈاپور کی لشکر سے بزدآزما ہے۔بیٹے کو خبر نہ تھی۔کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گومل علاقہ میں پکڑ دھکڑ، داروگیر کا معرکہ ہوا۔

اے زمک ولد رحمان۔اے زمک تیرا باپ تلوار کی جنگ میں شرکت کے لیے خندہ پیشانی سے جارہا ہے۔اب تو خون کی ندیاں بہار رہا ہے۔رحمٰن جانو کا تربور (عزیز) اور ساتھ دوست بھی تھا۔درک جانو کا تیسرا دوست تھا۔بہادر، جنگجو شخص۔

فتح خان کٹی خیل پر قربان ہو جاؤں۔لوہانڑی مروت تیری لشکر کشی سے آگاہ ہوا۔تو بہادر، مرد میدان ہے۔اسطرح ممریز ولد برئم خان بھی سینہ زور تلوار زن ہے۔سلیم خان کٹی خیل بھی اس مد میں نام رکھتا ہے۔

کسی نے خوشخبری سنائی۔ گنڈاپور میکل کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا گیا۔ گویا شکست فاش سے دور چار ہوئے۔ اے خانہ تو نے میدان جنگ سے سرخ روئی کے ساتھ مال غنیمت ساتھ لیا خان نے جواب دیا۔ اس کمائی اور کامیابی پر نہ تو خوش ہوں اور نہ ناخوش نہ غمزدہ۔۔۔۔۔ کیونکہ بہادر، جانثار جانو گومل میں اپنی جان قربان کردی۔ گویا جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر شخص رنجیدہ ہے۔ برغم عرف شیری کا نہیں۔ جوان کا والد ہے۔ بلکہ یہ غم مشترکہ ہے۔ ہم سب دلگیر نہیں۔ حتیٰ کہ شاعر قصہ دوران بھی غمناک اور نمناک ہے۔

تمت
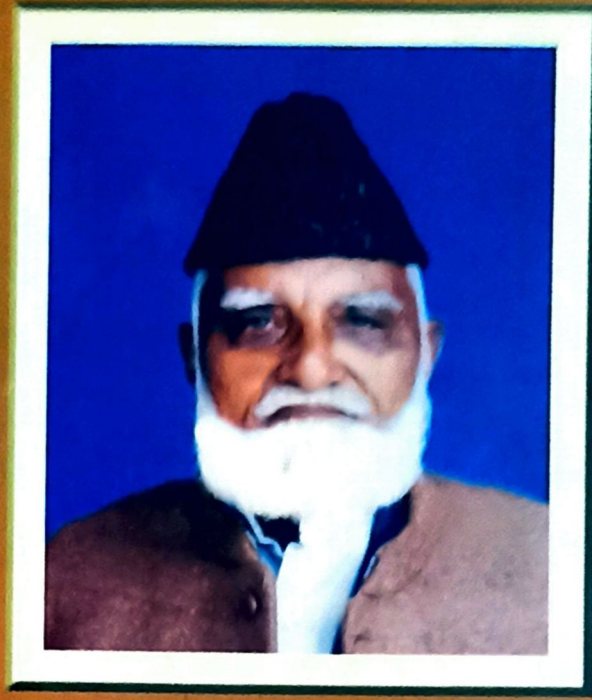
مصنف کی دیگر مطبوعات

1 بن باس (تاریخ بنوں)

2 بن باس حصہ دوم (اقوامِ بنوں)

3 آپ بیتی (حیات شمشیر)

4 بنوں نامہ (مثلونہ ومتالونہ)

5 مہماتِ کلامِ رحمٰن بابا

6 پیامِ شمشیر (خطوط) زیرِ طبع